اُمّہاتُ الصّحابہ رضی اللہ عنہن

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظیم مائیں

ازافادات الشیخ عبد العزیز الشناوی

تالیف الشیخ محمد عظیم حاصل پوری

مکتبہ اسلامیہ
MAKTABA ISLAMIA

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی

کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے

درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

✉ KitaboSunnat@gmail.com

أمّهاتُ الصّحابة رضی اللہ عنہن

صحابہ رضی اللہ عنہم کی
عظیم مائیں

تالیف
الشیخ محمد عظیم حاصل پوری

ازافادات
الشیخ عبدالعزیز الشناوی

مکتبہ اسلامیہ

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب

صحابہؓ کی عظیم مائیں

تالیف

الشیخ محمد عظیم حاصلپوری

ناشر ---------------- محمد سرور عاصم

اشاعت ---------------- 2017ء

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

لاہور G/F-26 ہادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

Ph 0300-8661763 ، 0321-8661763
www.facebook.com/maktabaislamia1
✉ maktabaislamiapk@gmail.com
www.maktabaislamiapk.blogspot.com

المحمدیہ پبلیکیشنز

جالندھر کالونی وہاڑی روڈ حاصل پور بہاولپور 0313-2501221، 0301-6131916

آئینہ مضامین

❋ سیدہ ام الخیر بنت صخر رضی اللہ عنہا .... والدہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ---------- 5
❋ سیدہ اُمیمہ بنت صبیع رضی اللہ عنہا .... والدہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ---------- 16
❋ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا .... والدہ سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ ---------- 21
❋ سیدہ ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا .... والدہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ---------- 27
❋ سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا .... والدہ سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما ---------- 31
❋ سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا .... والدہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ---------- 35
❋ سیدہ فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا .... والدہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما ---------- 42
❋ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا .... والدہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ---------- 54
❋ سیدنا سمیہ بنت خیاط رضی اللہ عنہا .... والدہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ---------- 64
❋ سیدہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا .... والدہ سیدنا معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ ---------- 70
❋ سیدہ ریطہ بنت منبہ بن الحجاج رضی اللہ عنہا والدہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ ---------- 77
❋ سیدہ ام عبد بنت عبدوَد رضی اللہ عنہا .... والدہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ---------- 88
❋ سیدہ حمنہ بنت سفیان رضی اللہ عنہا .... والدہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ---------- 95
❋ سیدہ عفراء بنت عبید رضی اللہ عنہا .... والدہ سیدنا معوذ اور معاذ رضی اللہ عنہ ---------- 102
❋ سیدہ جمیلہ بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا .... والدہ عبداللہ بن حنظلہ اسدی رضی اللہ عنہ ---------- 105
❋ سیدہ شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا .... والدہ سیدہ سلیمان بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ ---------- 108
❋ سیدہ سلافۃ بنت سعد انصاریہ رضی اللہ عنہا .... والدہ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ ---------- 111
❋ سیدہ کبشہ بنت رافع بن عبید رضی اللہ عنہا .... والدہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ---------- 119

- سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا .... والدہ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ ---------- 122
- سیدہ ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا .... والدہ ابوالعاص رضی اللہ عنہ ---------- 128
- سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا .... والدہ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ---------- 131
- سیدہ برکت ام ایمن رضی اللہ عنہا .... والدہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ---------- 135
- سیدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا .... والدہ محمد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ---------- 140
- سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا .... والدہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ ---------- 144
- سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا .... والدہ شہداء قادسیہ ---------- 146

* * *

سیدہ ام الخیر بنت صخر رضی اللہ عنہا

والدہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

جناب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ کا نام سلمٰی بنت صخر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم تھا اور کنیت ام الخیر تھی۔ ابتدائی اسلام میں یہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئیں تھی۔ جیسا کہ اس طویل روایت میں موجود ہے۔

آغاز اسلام میں اکثر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتے: کیوں نہ اب ہم لوگوں کے سامنے اپنے ایمان وعقیدہ کا برملا اظہار کریں۔ آخر کب تک ہم چھپتے چھپاتے رہیں گے۔؟

رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر صرف اتنا فرماتے:

يَا أَبَا بَكْرٍ! إِنَّا قَلِيلٌ.

''ابوبکر! ابھی ہماری تعداد تھوڑی سی ہے۔''

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار رسول اکرم ﷺ سے برملا اظہار کرنے کے بارے میں اصرار کرتے رہے۔ بالآخر رسول اکرم ﷺ نے انہیں اسکی اجازت دے ہی دی۔ چنانچہ سارے مسلمان خانہ کعبہ کے اردگرد پھیل گئے اور اپنے اپنے خاندان والوں کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔ اب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے۔ سامنے رسول اکرم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ یہ تاریخی واقعہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اللہ اور اسکے رسول کی طرف دعوت دینے والے اسلام کے پہلے خطیب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ ابھی چند ہی کلمات کہہ پائے تھے کہ وہاں موجود سارے مشرکین سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور مسجد حرام کے کونے میں پھیلے دوسرے مسلمانوں پر برس پڑے اور بری طرح سے مارنے لگے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مار کھاتے کھاتے

زمین پر گر چکے تھے اور انہیں انتہائی شدید ضرب لگی تھی اس وقت عتبہ بن ربیعہ کا رویہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیسا گھناؤنا تھا؟ ذرا تاریخ سے پوچھیں:

وَدَنَا مِنْهُ الْفَاسِقُ عُتْبَةُ بْنُ رَبِيعَةَ، فَجَعَلَ يَضْرِبُهُ بِنَعْلَيْنِ مَخْصُوفَتَيْنِ وَيُحَرِّفُهُمَا لِوَجْهِهِ، وَنَزَا عَلَى بَطْنِ أَبِي بَكْرٍ حَتَّى مَا يُعْرَفُ وَجْهُهُ مِنْ أَنْفِهِ.

’’فاسق عتبہ بن ربیعہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قریب آیا اور انہیں اپنے پیوند لگے دونوں جوتوں سے مارنے لگا۔ ان کے منہ پر بھی ان جوتوں سے مار رہا تھا۔ پھر وہ کود کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیٹ پر بیٹھ گیا اور اتنا مارا کہ کثرت خون سے انکی ناک ان کے چہرے سے پہچانی نہیں جاتی تھی۔‘‘

جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قبیلے بنو تیم کے لوگوں کو معلوم ہوا تو وہ ان کی مدد کو پہنچ گئے۔ انہوں نے مشرکین کو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہٹایا۔ ایک کپڑے میں اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اتنی شدید مار پڑی تھے کہ بنو تیم کو یقین ہو چکا تھا کہ اب انکی موت یقینی ہے۔ بنو تیم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر پہنچا کر مسجد حرام میں واپس آئے اور کہنے لگے:

وَاللّٰهِ لَئِنْ مَاتَ أَبُو بَكْرٍ لَنَقْتُلَنَّ عُتْبَةَ بْنَ رَبِيعَةَ.

’’اللہ کی قسم! اگر ابوبکر مر گئے تو ہم عتبہ بن ربیعہ کو ضرور قتل کر ڈالیں گے۔‘‘

بنو تیم مسجد حرام میں بر سر عام یہ دھمکی دے کر سیدھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ اور بنو تیم کے افراد نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان کھل جائے اور وہ کچھ بات کریں۔ سارے اسی انتظار میں ان کے اردگرد بیٹھے تھے۔ دن کے آخری پہر کو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کچھ افاقہ ہوا اور زبان کھلی۔ پہلا جملہ جو ان کی زبان سے نکلا، وہ یہ تھا:

مَا فَعَلَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ؟

’’رسول اکرم ﷺ کا کیا ہوا؟ وہ کیسے ہیں؟!!‘‘

سارے لوگوں کو سیدنا ابو بکر ؓ کے مرنے کا یقین ہو چکا تھا۔ مار کھانے کے بعد کافی دیر سے وہ خاموش تھے، آنکھیں بند تھیں، اور کافی دیر کے بعد جب زبان کھلی تو سب سے پہلے انہوں نے محمد ﷺ کے بارے میں پوچھا۔ اس بات سے انکی قوم کے لوگوں کو قدرے غصہ بھی آیا اور سیدنا ابو بکر ؓ کو ملامت کرتے ہوئے وہاں سے نکل گئے اور انکی ماں سے کہا کہ ابو بکر کو کچھ کھلا پلا دو۔

جب بنو تیم سیدنا ابو بکر ؓ کے پاس سے نکل گئے اور اب صرف ان کی ماں ان کے پاس رہ گئی تو وہ اپنے بیٹے سے اصرار کرنے لگی کہ کھانا کھا لو۔ مگر اپنی ماں سے سیدنا ابو بکر ؓ صرف یہی پوچھتے رہے:

مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ؟

"رسول اکرم ﷺ کا کیا ہوا؟ وہ کیسے ہیں؟!!"

ماں نے جواب دیا: بیٹے! اللہ کی قسم! مجھے تیرے ساتھی محمد کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے کہ وہ کس حال میں ہیں اور ابھی کہاں ہیں۔؟

سیدنا ابو بکر ؓ نے اپنی ماں سے کہاں: اُم جمیل فاطمہ بنت خطاب ؓ کے پاس جاؤ اور اس سے رسول اکرم ﷺ کے بارے میں دریافت کرو کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں۔؟

بیٹے کی فرمائش پوری کرنے کی غرض سے ماں کھڑی ہوئی اور ام جمیل کے پاس پہنچ کر کہا: میرا بیٹا ابو بکر تم سے محمد بن عبد اللہ کے بارے میں پوچھ رہا ہے کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں؟ ام جمیل نے جواب دیا: نہ تو مجھے ابو بکر کے بارے میں کچھ معلوم ہے اور نہ ہی محمد بن عبد اللہ کے بارے میں۔ ہاں، اگر تم چاہو تو میں تمہارے بیٹے کو دیکھنے چلوں؟ سیدنا ابو بکر ؓ کی ماں نے کہا: ہاں چلو۔ ام جمیل جب سیدنا ابو بکر ؓ کے پاس پہنچی تو شدتِ مرض سے انکی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ وہ ابو بکر ؓ کے قریب ہوئی اور زور زور سے کہنے لگی: فسق و کفر

میں ڈوبی ہوئی آپ کی قوم نے آپ کو تکلیف دی ہے، مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ضرور ان ظالموں سے انتقام لے گا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زبان کھلی اور پوچھا:

مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ؟

"رسول اکرم ﷺ کا کیا ہوا؟ وہ کیسے ہیں۔؟!!"

ام جمیل نے کہا: یہ آپ کی ماں بھی موجود ہے، میں اگر کچھ بتاؤں گی تو وہ بھی سن لے گی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: کوئی بات نہیں ہے، تمہیں اس سے کوئی خطرہ نہیں ام جمیل نے بتایا:

سَالِمٌ صَالِحٌ.

"رسول اکرم ﷺ بالکل صحیح سالم ہیں۔"

ابوبکر نے پوچھا: ابھی کہاں ہیں؟

ام جمیل نے کہا: دار ابن ارقم میں ہیں۔

ابوبکر کہنے لگے:

فَاِنَّ لِلّٰہِ عَلَیَّ أَنْ لَا اَذُوْقَ طَعَامًا وَأَشْرَبَ شَرَابًا أَوْآتِیَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ.

"میں نے اللہ سے عہد کر لیا ہے کہ جب تک رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو جاؤں، نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ کچھ پیوں گا۔"

ام جمیل اور ان کی والدہ نے ان کا اصرار دیکھا تو وہ تھوڑی دیر رکی رہیں۔ پھر جب انہوں نے دیکھا کہ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں اور راستہ خالی پڑا ہوا ہے تو وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سہارا دیتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں لائیں۔ رسول اکرم ﷺ کی نگاہ مبارک جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر پڑی تو آپ ان کی طرف جھک پڑے اور بوسہ دیا۔ دوسرے مسلمان بھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف جھک پڑے۔ اس منظر کو دیکھ کر رسول اکرم ﷺ کو بڑی رقت ہوئی اور آپ کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ مگر اس حالت میں بھی سیدنا ابو

بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے اپنی بے لاگ محبت کا ثبوت دیا اور عرض کرنے لگے:

بِأَبِی أَنْتَ وَأُمِّي يَارَسُولَ اللّٰهِ! لَيْسَ بِیْ بَأْسٌ اِلَّا مَانَالَ الْفَاسِقُ مِنْ وَجْهِی، وَهٰذِهِ أُمِّيْ بَرَّةٌ بِوَلَدِهَا وَأَنْتَ مُبَارَك فَادْعُهَا اِلَى اللّٰهِ وَادْعُ لَهَا، عَسَى اللّٰهِ أَنْ يَسْتَنْقِذَهَا بِكَ مِنَ النَّارِ.

”اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! (جب آپ ﷺ صحیح سالم ہیں تو پھر) مجھے کوئی پرواہ نہیں، صرف اتنی تکلیف ہے کہ فاسق نے میرے چہرے پر جوتا مارا اور یہ میری ماں ہے جو بلا شبہ اپنے بیٹے کے حق میں مہربان اور وفادار ہے، آپ کی ہستی مبارک ہے، آپ میری ماں کو اللہ کی طرف دعوت دیں اور اسکے حق میں دعائے خیر فرما دیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ماں کو آپ کی دعوت کی برکت سے جہنم کی آگ سے بچا دے۔“

چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خواہش پر رسول اکرم ﷺ نے ان کی ماں کیلیے دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا اور پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ماں مسلمان ہوگئیں۔ ①

کہتے ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ کو ایک لمبا عرصہ کوئی اولاد نہ ہوئی پھر جب ان کے ہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو بیت اللہ میں جا کر دعا کرنے لگیں اور کہنے لگیں۔

اَللّٰهُمَّ هَذَا عَتِيْقُكَ مِنَ الْمَوْتِ فَهَبْهُ لِیْ. ②

”اے اللہ اسے موت سے آزاد کر کے مجھے ھبہ کر دے۔“

---

[1] البدایۃ والنہایۃ (۳۰/۳) والتاریخ الخلفاء (۳۸) وسنہرے حروف (ص/۳۱۰)

[2] امہات الصحابۃ (ص/۱۰٦)

اللہ تعالیٰ نے اس ماں کی دعا کو قبول فرمایا اور اس کے بیٹے کو باعزت اور بابرکت زندگی عطا فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی آپ کا لقب عتیق (جہنم سے آزاد رکھا تھا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَنْتَ عَتِيقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ)) ①

”تم جہنم سے اللہ کے آزاد کردہ ہو۔“

سیدہ عائشہ سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَبْشِرْ فَأَنْتَ عَتِيقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ)) ②

”(اے ابوبکر رضی اللہ عنہ) تم خوش ہو جاؤ جہنم سے تم اللہ کے عتیق ہو (آزاد کردہ) ہو۔“

سیدہ عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ عنہا اپنی ماں ام کلثوم بنت ابی بکر سے فرمانے لگیں:

میرے والد تمہارے باپ سے بہتر ہیں۔ تو ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: کیا میں تم دونوں کے مابین فیصلہ نہ کردوں؟ پھر فرمانے لگیں: بلاشبہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ! تم اللہ کی آگ سے آزاد کردہ ہو۔ ام المومنین کہنے لگیں: پس اس دن سے آپ کا نام ”عتیق“ رکھ دیا گیا، پھر فرمانے لگیں: سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اے طلحہ رضی اللہ عنہ! تم ان میں سے ہو جنہوں نے اپنی نذر کو پورا کر دیا۔“ ③

ام الخیر بنت صخر رضی اللہ عنہا کے خاوند ابوقحافہ تھے جن کا نام عثمان تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ ہجرت کے لیے نکل گئے۔ ان کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی چلے گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا سارا مال بھی اپنے ساتھ لے گئے۔

---

① صحیح ابن حبان (احسان) (۱۵/۲۸۰) صحیح

② ترمذی، المناقب (۳۶۷۹) و الصحیحۃ (۱۵۷۴)

③ المطالب العالیہ لابن حجر (۴/۳۶)

اس رقم کی مالیت پانچ ہزار یا سات ہزار درہم تھی۔ والد گرامی یہ رقم لے کر چلے گئے تو ایک دن میرے دادا جی جناب ابوقحافہ ؓ ہمارے پاس آئے۔ وہ نابینے تھے، کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں سوچتا ہوں کہ ابوبکر اپنے ساتھ سارا مال لے گیا اور تمہیں مصیبت میں ڈال گیا ہے۔ میں نے کہا: دادا جان! ایسا ہرگز نہیں ہے، وہ بہت سارا مال چھوڑ بھی گئے ہیں۔ پھر میں نے یہ کیا کہ پتھر لیے اور ان پتھروں کو دیوار میں بنائے ہوئے طاقچے میں رکھا۔ اسی طاقچے میں کہ جہاں میرے والد صاحب اپنا مال رکھا کرتے تھے۔ پھر میں نے ان پتھروں پر کپڑا رکھ دیا اور دادا جی سے کہا: بابا جی! ذرا ان پیسوں پر اپنا ہاتھ تو رکھو۔ انہوں نے اس خزانے پر اپنا ہاتھ رکھا تو کہنے لگے: اچھا اگر یہ مال تمہارے لیے چھوڑ گیا ہے تو اس نے اچھا کیا ہے۔ اس سے تمہاری ضروریات پوری ہو جائیں گی۔

حضرت اسماء ؓ کہتی ہیں: حالانکہ اللہ کی قسم! ابا جان نے تو کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا لیکن میں نے ایسا اس لیے کیا تا کہ بابا جی پر سکون رہیں۔ ①

ابوقحافہ فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے' حضرت جابر ؓ کا بیان ہے کہ ابوقحافہ کو فتح مکہ کے روز لایا گیا اور اسکا سر اور اسکی داڑھی ثغامہ بوٹی کی مانند سفید تھی یہ دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((غَیِّرُوْا ھٰذَا بِشَیْئٍ وَاجْتَنِبُوا السَّوَادَ)) ②

''اسے (یعنی سفیدی کو) کسی چیز (مہندی وغیرہ) سے تبدیل کرو اور سیاہ رنگ سے بچو۔''

ام الخیر کا سارا خاندان اللہ کے فضل سے شروع سے ہی بہت سی برائیوں سے پاک تھا۔ سیدہ عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ والد محترم نے اپنے اوپر شراب کو حرام کر لیا تھا نہ تو جاہلیت میں شراب پی نہ اسلام میں ایک مرتبہ آپ کا گزر ایک مدہوش شخص کے پاس سے ہوا۔ دیکھا

---

① سيرة ابن هشام (٣/١٣٠) و مستدرك حاكم (٣/٥،٦) (٤٢٦٨) حسن

② صحيح مسلم، اللباس الزينة (٢١٠٢) وابوداؤد (٤٢٠٤)

کہ وہ اپنا ہاتھ پاخانہ میں ڈالتا ہے اور اس کو منہ کے قریب لاتا ہے اور جب بدبو محسوس کرتا ہے تو ہٹا دیتا ہے، آپ ؓ نے کہا یہ شخص اگر بو محسوس نہ کرتا تو اسے کھا جاتا۔ ①

ابوبکر صدیق ؓ نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہ کیا تھا۔ ایک دفعہ آپ نے صحابہؓ سے بیان کیا کہ میں نے کبھی کسی بت کو سجدہ نہیں کیا۔ ایک دفعہ جاہلیت میں میرے والد ابوقحافہ مجھے ایک بت خانہ میں لے گئے اور مجھ سے کہا یہ اونچی شان والے ہیں اور مجھے وہاں چھوڑ کر چلے گئے تو میں نے ایک بت کے قریب ہو کر اسے کہا میں بھوکا ہوں مجھے کھانا کھلاؤ۔ تو اس نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا میں ننگا ہوں مجھے لباس دو، اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے ایک پتھر اٹھا کر اسے مارا تو وہ منہ کے بل گر پڑا۔ اس طرح آپ کی روشن عقل اور فطرت سلیمہ نے آپ ؓ کو جاہلوں کے اس فعل سے بچائے رکھا جو اعلی اخلاق کے منافی تھا۔ ②

یقیناً رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا۔

((خِيَارُكُم فِي الْجَاهِلِيَّةِ خِيَارُكُمْ فِي الْإِسْلَامِ إِذَا فَقِهُوْا)) ③

> ”تم میں جو جاہلیت میں بہتر تھے وہ حالت اسلام میں بھی بہتر ہیں بشرطیکہ اسلام کی صحیح سمجھ آ جائے۔“

خاندان صدیق نے آغاز اسلام میں بہت سی مشقتیں برداشت کیں حتی کہ دل برداشتہ ہو کر مکہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا مگر اہل مکہ کے بعض صاف دل لوگوں نے انہیں روک لیا۔

عروہ بن زبیر رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ عائشہ ؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والدین کو جب سے میں نے ہوش سنبھالا دین (اسلام) پر ہی پایا اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا کہ صبح وشام رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس نہ آتے ہوں، جب مسلمان سخت آزمائش (تکلیف) میں تھے تو ابوبکر ؓ حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کے لیے نکلے جب برک غماد پہنچے تو ان سے

---

① سیرة وحیاة الصدیق مجدی فتحی (٣٤)

② اصحاب الرسول(١/٥٨)والخلفاء للمحمود شاکر ص/٣١)

③ صحیح بخاری ،أحادیث الأنبیاء(٣٣٧٤)

قارہ کے سردار ابن دغنہ کی ملاقات ہوئی اس نے پوچھا ابوبکر رضی اللہ عنہ کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ مجھ کو میری قوم نے نکال دیا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ زمین کی سیر کروں اور اپنے پروردگار کی عبادت کروں، ابن دغنہ نے کہا کہ:

إِنَّ مِثْلَكَ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ فَإِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ وَأَنَا لَكَ جَارٌ فَارْجِعْ فَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبِلَادِكَ.

”تم جیسا آدمی نہ تو نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جا سکتا ہے اس لئے کہ تم غریبوں کے لئے کماتے ہو، صلہ رحمی کرتے ہو اور عاجز و مجبور کا بوجھ اٹھاتے ہو، مہمان کی ضیافت کرتے ہو اور حق (پر قائم رہنے) کی وجہ سے آنے والی مصیبت پر مدد کرتے ہو میں تمہارا ضامن ہوں تم لوٹ چلو اور اپنے ملک میں رہ کر اپنے رب کی عبادت کرو۔“

چنانچہ ابن دغنہ روانہ ہوا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر واپس ہوا اور کفار قریش کے سرداروں میں گھوما اور ان سے کہا کہ ابوبکر جیسا آدمی نہ تو نکل سکتا ہے نہ نکالا جا سکتا ہے جو تنگدستوں کے لئے کماتا ہے صلہ رحمی کرتا ہے، عاجزوں کا بوجھ اٹھاتا ہے، مہمان کی مہمان نوازی کرتا ہے، راہ حق میں پیش آنے والی مصیبت میں مدد کرتا ہے چنانچہ قریش نے ابن دغنہ کی پناہ منظور کر لی اور ابوبکر کو امان دے کر ابن دغنہ سے کہا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کہہ دو کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کریں، نماز پڑھیں، لیکن ہمیں تکلیف نہ دیں اور نہ اس کا اعلان کریں، اس لئے کہ ہمیں خطرہ ہے کہ ہمارے بچے اور عورتیں فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں ابن دغنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ کہہ دیا، چناچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرنے لگے اور نہ تو نماز اعلانیہ پڑھتے اور نہ قرات اعلانیہ کرتے۔

ثُمَّ بَدَا لِأَبِي بَكْرٍ فَابْتَنَى مَسْجِدًا بِفِنَاءِ دَارِهِ وَبَرَزَ فَكَانَ

يُصَلِّي فِيهِ وَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ فَيَنْقَصِفُ عَلَيْهِ نِسَاءُ الْمُشْرِكِينَ وَأَبْنَاؤُهُمْ يَعْجَبُونَ مِنْهُ وَيَنْظُرُونَ إِلَيْهِ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ رَجُلًا بَكَّاءً لَا يَمْلِكُ دَمْعَهُ حِينَ يَقْرَأُ الْقُرْآنَ.

”پھر ابوبکر ؓ کے دل میں کچھ خیال پیدا ہوا، تو انہوں نے اپنے گھر کے صحن میں ایک مسجد بنالی اور باہر نکل کر وہاں نماز اور قرآن پڑھنے لگے، تو مشرکین کی عورتیں اور بچے ان کے پاس جمع ہو جاتے، ان لوگوں کو اچھا معلوم ہوتا، اور ابوبکر کو دیکھتے رہتے ابوبکر ایسے آدمی تھے کہ بہت روتے اور جب قرآن پڑھتے تو انہیں اپنے آنسوؤں پر اختیار نہیں رہتا تھا۔“

مشرکین قریش کے سردار گھبرائے اور ابن دغنہ کو بلا بھیجا وہ ان کے پاس آیا تو انہوں نے ابن دغنہ سے کہا کہ ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے پروردگار کی عبادت کریں، لیکن انہوں نے اس سے تجاوز کیا اور اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اعلانیہ نماز اور قرآن پڑھنے لگے اور ہمیں خطرہ ہے کہ ہمارے بچے اور ہماری عورتیں گمراہ نہ ہو جائیں اس لئے ان کے پاس جا کر کہو کہ اگر وہ اپنے گھر کے اندر اپنے رب کی عبادت پر اکتفا کرتے ہیں تو کریں اور اگر وہ انکار کریں تو ان سے کہو کہ تمہارا ذمہ واپس کر دیں، اس لئے کہ ہمیں پسند نہیں کہ ہم تمہاری امان کو توڑیں اور نہ ہم ابوبکر کو اعلانیہ عبادت کرنے پر قائم رہنے دے سکتے ہیں، حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے کہ ابن دغنہ ابوبکر ؓ کے پاس آیا اور کہا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہارا ذمہ ایک شرط پر لیا تھا، یا تو اسی پر اکتفا کرو یا میرا ذمہ مجھے واپس کر دو، اس لئے کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ عرب اس بات کو سنیں کہ میں نے ایک شخص کو اپنے ذمہ میں لیا تھا، اور میرا ذمہ توڑا گیا، ابوبکر نے جواب دیا کہ میں تیرا ذمہ تجھے واپس دیتا ہوں اور اللہ کی پناہ پر راضی ہوں اس زمانہ میں رسول اللہ ﷺ مکہ ہی میں تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری ہجرت کا مقام دکھایا گیا ہے، میں نے ایک کھاری زمین دیکھی، جہاں کھجوروں کے

درخت ہیں اور دو پتھر یلے کناروں کے درمیان ہے جب یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی، جس نے بھی ہجرت کی مدینہ ہی کی طرف کی اور جو لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے وہ بھی مدینہ کی طرف ہجرت کر کے چلے گئے اور ابوبکر نے بھی ہجرت کی تیاری کی، تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ٹھہرو مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کا حکم ہوگا، ابوبکر نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا آپ کو امید ہے کہ اس کی اجازت ملے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں' ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنے کے لئے رک گئے اور دو اونٹ جوان کے پاس تھے ان کو چار مہینے تک سمر یعنی کیکر کے پتے کھلاتے رہے۔①

---

① صحيح بخاری، الكفالة، باب جوار ابی بکر فی عهد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم وعقده (٢٢٩٧)

سیدہ أمیمہ بنت صبیح رضی اللہ عنہا

والدہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا اسم گرامی اُمیمۃ بنت صُبیح بن حارث تھا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکثر اپنی والدہ محترم کو اسلام کی دعوت دیتے لیکن وہ اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتیں۔ ایک دن روتے ہوئے ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا۔ کیا ہوا؟ تو فرمانے لگے میں اپنی ماں کو دعوتِ اسلام پیش کرتا ہوں۔ وہ انکار کر دیتی ہے آج تو حد ہو گئی جب میں نے انہیں اسلام کی دعوت دی تو آپ کے متعلق برا بھلا کہنے لگیں میں پریشان ہو گیا، آپ ہی میری ماں کے لیے اللہ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری والدہ کو اسلام کی نعمت کو قبول کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کو اسلام کی طرف بلاتا تھا اور وہ مشرکہ تھی۔ ایک دِن میں نے اس کو مسلمان ہونے کو کہا تو اس نے مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق وہ بات کہی جو مجھے ناگوار گزری۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس روتا ہوا آیا اور عرض کی کہ میں اپنی والدہ کو اسلام کی طرف بلاتا تھا، وہ نہ مانتی تھی۔ آج اُس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مجھے وہ بات کہی جو مجھے ناگوار ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجیے کہ وہ ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَللّٰھُمَّ اھْدِ أُمَّ أَبِیْ هُرَیْرَةَ))

’’اے اللہ! ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کی ماں کو ہدایت عطا فرما۔‘‘

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے خوش ہو کر نکلا۔ جب گھر آیا اور دروازہ پر پہنچا تو وہ

بند تھا۔ میری ماں نے میرے پاؤں کی آواز سنی تو کہا کہ ذرا ٹھہرا رہ۔ میں نے پانی کے گرنے کی آواز سنی۔ غرض یہ کہ میری ماں نے غسل کیا اور اپنا لباس پہن کر جلدی سے اوڑھنی اوڑھی، پھر دروازہ کھولا اور کہا کہ اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ:

اَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ، وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ.

''میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس خوشی سے دوڑتا ہوا آیا اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! خوش ہو جایئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دُعا قبول کی اور ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دی۔ تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی تعریف اور اس کی صفت کی اور بہتر بات کہی۔ میں نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجیے کہ میری ماں کی محبت مسلمانوں کے دلوں میں ڈال دے اور ان کی محبت ہمارے دِلوں میں ڈال دے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ عُبَيْدَكَ هٰذَا يَعْنِيْ أَبَا هُرَيْرَةَ وَ أُمَّهٗ إِلٰى عِبَادِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ حَبِّبْ إِلَيْهِمُ الْمُؤْمِنِيْنَ))①

''اے اللہ! اپنے بندے کی یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ان کی ماں کی محبت اپنے مومن بندوں کے دِلوں میں ڈال دے اور مومنوں کی محبت ان کے دلوں میں ڈال دے۔''

پھر کوئی مومن ایسا پیدا نہیں ہوا جس نے مجھے سنا ہو یا دیکھا ہو مگر اس نے مجھ سے محبت نہ رکھی ہو۔ اکثر ہوتا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ امیمہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے سے دین سیکھنے کے لیے سوال کرتیں رہتیں۔

---

① صحیح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل ابی هريرة الدوسی (٦٣٩٦) والبخاری فی الادب المفرد (٣٤) و احمد (٢/٣١٩)

مثلاً ایک دن سوال کرنے لگیں کہ بیٹا مجھے شفاعت کے بارے میں بتاؤ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے میں آپ کو رسول اللہ ﷺ کا فرمان سناتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفَّعٍ))

’’میں تمام آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا قیامت کے دن اور میری ہی قیامت کے دن سب سے پہلے قبر پھٹے گی اور میں ہی سب سے پہلے شفاعت کروں گا اور اسے قبول بھی کیا جائے گا۔‘‘

یہ سن کر امیمہ بنت صبیح کہنے لگیں کہ اس آیت کا معنی کیا ہے۔‘‘

﴿عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۝﴾

’’عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا۔‘‘

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کا سوال رسول اللہ ﷺ سے کیا اور پھر بتایا کہ اس سے مراد شفاعت کا وہ مقام ہے۔ جہاں پر آپ اپنی امت کے لیے اللہ کے حضور شفاعت کریں گے۔

ایک دن امیمہ اپنے بیٹے ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کرنے لگیں بیٹا مجھے بتاؤ کہ نماز باجماعت کا کیا اجر ہے؟ تو ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان سنا دیا کہ آپ نے فرمایا:

((فَضْلُ صَلَاةِ الْجَمِيْعِ عَلَى صَلَاةِ الْوَاحِدِ خَمْسٌ وَّعِشْرُوْنَ دَرَجَةً))

’’اکیلے نماز کے مقابلے میں باجماعت نماز پڑھنے سے پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے۔‘‘①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حد درجہ اپنی ماں کی خدمت کرتے تھے وہ ضعیف العمر تھیں جس کی وجہ سے انھیں چھوڑ کر کہیں نہ جاتے تھے حتی کہ کئی بار حج کا ارادہ کیا لیکن ان کا خیال کون رکھے گا حج پر نہ جا سکے۔ حدیث میں آیا ہے:

---

① امهات الصحابة (ص:٦٨)

وَلَمْ يَحُجَّ أَبُوْهُرَيْرَةَ حَتّٰى مَاتَتْ أُمُّه. ①

”ابوہریرہ نے اس وقت تک حج نہیں کیا جب تک ان کی والدہ زندہ تھیں وہ فوت ہوئیں تو آپ نے حج کیا۔“

مروان بن حکم جب مدینہ سے باہر جاتے تو سیدنا ابوہریرہ ؓ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر کر جاتے۔ ابوہریرہ ؓ اپنی والدہ کے نہایت مطیع اور فرمانبردار تھے۔ ان کی والدہ علیحدہ مکان میں رہتی تھی۔ ابوہریرہ کا گھر ان کے قریب ہی تھا۔ اب ذرا مدینہ طیبہ کے قائم مقام گورنر کی شان ملاحظہ کریں۔

اپنے گھر سے نکلتے تو سیدھے اپنی والدہ کے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور صدا لگاتے۔

السَّلَامُ عَلَيْكِ يَا أُمَّتَاه وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ.

”میری پیاری امی جان آپ پر سلامتی، اللہ کی طرف سے رحمت اور برکت نازل ہو۔“

جواب میں والدہ فرماتیں:

وَعَلَيْكَ يَا بُنَيَّ وَرَحْمَةُاللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ.

”میرے بیٹے! تم پر بھی اللہ کی طرف سے سلامتی، رحمت اور برکت نازل ہو۔“

ابوہریرہ ؓ کہتے ہیں:

رَحِمَكِ اللّٰهُ كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا.

”اور آپ پر اس طرح اپنی رحمتیں نازل فرمائے جس طرح آپ نے بچپن میں میری پرورش کی۔“

والدہ جواب میں فرماتیں:

رَحِمَكَ اللّٰهُ كَمَا بَرِرْتَنِي كَبِيْرًا. ②

---

① صحيح بخارى (٢٥٤٨) ومسلم (١٦٦٥) الجمع بين الصحيحين (٢١٨٧)

② الأدب المفرد للبخارى (١٢)

”اللہ تم پر بھی رحمتیں نازل فرمائے جس طرح تم نے میری بزرگی کے ایام میں میری عزت وتوقیر کی ہے۔“

ایک دن امیمہ بنت صبیح رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے سے پوچھ لیا کہ قرآن مجید کی آیت

﴿فَإِنَّ لَهُۥ مَعِيشَةً ضَنكًا﴾

کا کیا معنی ہے تو ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

إِنَّ الْمَعِيشَةَ الضَّنْكَ الَّتِي قَالَ اللّٰهُ: عَذَابُ الْقَبْرِ. ①

”بے شک جو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مَعِيشَةً ضَنْكًا فرمایا ہے اس سے مراد عذاب قبر ہے۔“

ایک دن امیمہ بنت صبیح رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے سے پوچھ لیا کہ مومن کی قبر کتنی بڑی ہوگی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ الْمُؤْمِنَ فِي قَبْرِهِ لَفِي رَوْضَةٍ خَضْرَاءَ فَيُرَحَّبُ لَهُ قَبْرُهُ سَبْعُونَ ذِرَاعًا وَيُنَوَّرُ لَهُ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ))②

بلا شبہ مومن اپنے قبر میں سرسبز باغ میں ہوتا ہے جو اس کے لیے ستر ہاتھ فراخ کر دیا جاتا ہے اور اس میں چودھویں رات کے چاند جیسی روشنی کر دی جاتی ہے۔“

---

① جامع البيان لابن جرير الطبري (٩/٢٤٨) حسن

② مسند أبي يعلى (١١/٥٢٢:٦٦٤٤) و صحيح ابن حبان (٣١٢٢) صحيح

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا

والدہ سیدنا عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ تھے، یہ اُحد کی جنگ میں لڑتے ہوئے زخمی ہوئے اور پھر انہی زخموں کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ ان کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے شہید کی بیوہ کی تکریم کے لیے۔ ان سے شادی کی اور شہید کی اولاد کی پرورش اور تربیت کی۔ ①

امام ذہبی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

دَخَلَ بِهَا النَّبِيُّ ﷺ فِي سَنَةِ اَرْبَعٍ مِنَ الْهِجْرَةِ وَكَانَتْ مِنْ اَجْمَلِ النِّسَآءِ وَاَشْرَفِهِنَّ نَسَبًا. ②

”نبی کریم ﷺ نے ۴ ہجری میں سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی، وہ سب عورتوں سے بڑھ کر حسین و جمیل اور خاندانی اعتبار سے معزز خاتون تھی۔“

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا طویل العمر خاتون تھیں، انہوں نے تقریباً نوے سال عمر پائی، انہوں نے خلافت راشدہ میں زندگی بسر کی، اس کے بعد وہ یزید بن معاویہ کے دور تک زندہ رہیں۔ امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وہ امہات المومنین میں سب کے بعد فوت ہوئیں۔“ ③

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دِن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ خوشی خوشی گھر لوٹے اور پوچھنے پر بتایا کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے ایک بہت اچھی حدیث سنائی ہے وہ یہ کہ جب

---

① سنن نسائی، النکاح، باب النکاح الابن امه (٣٢٥٦)

② سیر اعلام النبلاء الذهبی (٢/٢٠٢)

③ سیر اعلام النبلاء الذهبی (٢/٢٠٢)

کسی کی کوئی عمدہ چیز اس سے گم ہو جائے یا روٹھ جائے تو وہ یہ کلمات پڑھے اللہ اسے اس سے اچھی چیز عطا کر دے گا۔ اور یہ کلمات تھے:

إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا ①

”ہم تو خود اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے بدلے میں اس سے بہتر عطا کر۔“

اُم سلمہ ؓ بیان کرتی ہیں کہ کچھ عرصہ بعد ابو سلمہ ؓ اللہ کو پیارے ہو گئے، تو میں نے سوچا ابو سلمہ سے کون مسلمان بہتر ہو سکتا ہے؟ وہ تو گھر کا پہلا شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ پھر میں یہ کلمات کہتی رہی اور مسلسل وظیفہ کرتی رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ابو سلمہ ؓ سے بہتر رسول اللہ ﷺ خاوند عطا کر دیے۔

علامہ ذہبی رحمہ اللہ انکے بارے میں یہ لکھتے ہیں:

اَلسَّيِّدَةُ الْمُحَجَّبَةُ الطَّاهِرَةُ هِنْدٌ بِنْتُ اَبِيْ اُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ مَخْزُوْمِ بْنِ يَقَظَةَ بْنِ مُرَّةَ الْمَخْزُوْمِيَّةِ بِنْتُ عَمِّ خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ، سَيْفِ اللّٰهِ وَبِنْتُ عَمِّ أَبِيْ جَهْلِ بْنِ هِشَامٍ مِنَ الْمُهَاجِرَاتِ الْأَوَّلِ كَانَتْ قَبْلَ النَّبِيِّ عِنْدَ أَخِيْهِ مِنَ الرَّضَاعَةِ أَبِيْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالْأَسَدِ الْمَخْزُوْمِيِّ الرَّجُلِ الصَّالِحِ.

”سیدہ، پردہ دار، طاہرہ، ہند بنت ابی بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو المخزومیہ اللہ کی تلوار خالد بن ولید کے چچا کی بیٹی اور اسی طرح یہ ابو جہل بن ہشام کے چچا کی بیٹی تھی، ان خواتین میں سے ہے جنھیں پہلے مرحلے میں ہجرت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی، نبی کریم ﷺ سے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے

---

① صحيح مسلم، الجنائز، باب ما يقال عند المصيبة (٩١٨) واحمد (١٦٣٧٣)

سے پہلے یہ آپ ﷺ کے رضاعی بھائی صالح مرد سیدنا ابوسلمہ الأسد المخزومی کی بیوی تھی۔"①

جب سیدنا ابوسلمہ ؓ بستر مرگ پر دراز ہوئے تو میاں بیوی کے درمیان کچھ اس طرح تبادلہ خیال ہوا۔ زیاد بن ابی مریم بیان کرتے ہیں کہ سیدہ ام سلمہ ؓ نے سیدنا ابوسلمہ ؓ سے کہا: مجھے یہ پتا چلا ہے کہ عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ جنتی ہو اور وہ عورت کسی سے شادی نہ کرے تو اللہ ان دونوں کو جنت میں پھر اکٹھا کر دیں گے۔ آیئے! ہم دونوں یہ معاہدہ کریں کہ آپ میرے مرنے کے بعد شادی نہیں کریں گے اور آپ کے فوت ہو جانے کے بعد میں شادی نہیں کروں گی۔ سیدنا ابوسلمہ ؓ نے فرمایا:

کیا تم میری بات مانو گی۔؟ اس نے کہا: ہاں! بالکل چشم ما روشن دل ما شاد۔

ابوسلمہ ؓ نے فرمایا: جب میں مر جاؤں تو تم میرے بعد شادی کر لینا اور ساتھ یہ دعا کی:

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْ أُمَّ سَلْمَةَ رَجُلًا خَيْرًا مِنِّي②

"الٰہی! ام سلمہ ؓ کو مجھ سے بہتر آدمی عطا کر دینا۔"

یعنی ایسا آدمی جو اسکو نہ کوئی غم دے اور نہ ہی تکلیف۔ سیدہ ام سلمہ ؓ فرماتی ہیں کہ جب وہ وفات پا گئے تو میں نے اپنے دل میں کہا:

"بھلا ابوسلمہ ؓ سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔۔۔؟ ابھی عدت پوری ہی ہوئی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے بھتیجے یا بیٹے کے ذریعے نکاح کا پیغام بھیجا۔ میں نے کہا کہ میں خود اس کا جواب دوں گی اور اپنی ننھی منھی اولاد کا حوالہ دوں گی۔ اگلے روز آپ نے نکاح کا پیغام بھیج دیا۔"

عبید بن عمیر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ سیدہ ام سلمہ ؓ فرماتی ہیں: جب ابوسلمہ ؓ وفات پا گئے تو میں نے کہا میں پردیسی ہوں اور پردیس میں پڑی ہوں، میں اتنا روؤں گی کہ لوگ اپنی محفلوں تذکرہ کیا کریں گے۔

---

① سیر اعلام النبلاء (۲/۲۰۲، ۲۰۱)

② طبقات ابن سعد (۸/۱۸۸)

میں رونے کیلئے تیار ہوئی ہی تھی کہ مدینہ منورہ کے نواحی علاقے میں سے ایک عورت آئی، وہ رونے میں میرا ساتھ دینا چاہتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ اس سے ملے اور فرمانے لگے کیا تو اس گھر میں شیطان داخل کرنا چاہتی ہے جس گھر سے اللہ تعالیٰ نے اسے باہر نکال کیا ہے۔۔۔؟ آپ ﷺ نے یہ بات دو مرتبہ کہی تو میں رونے دھونے سے رک گئی۔ میں اس کے بعد نہیں روئی۔ ①

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”جب ابو سلمہ رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اب میں کیا دعا کروں۔۔۔؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم یہ دعا مانگا کرو۔

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَنَا وَلَهُ وَاَعْقِبْنِيْ مِنْهُ عُقْبٰى صَالِحَةً)) ②

”الٰہی! ہمیں اور اسے بخش دے اور مجھے اسکا اچھا نعم البدل عطا کرنا۔“

میں نے یہ دعا مانگی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے سیدنا محمد ﷺ کی صورت میں نعم البدل عطا کر دیا۔ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ فرماتے ہیں:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ: اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ اْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا اِلَّا خَلَفَ اللّٰهُ خَيْرًا مِنْهَا))

”جب کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ اللہ کے حکم کے مطابق ”اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ“ کہتا ہے اور ساتھ ہی یہ دعا مانگتا ہے، الٰہی مجھے اس مصیبت سے بچا اور مجھے اسکا نعم البدل عطا کر اللہ تعالیٰ اسے نعم البدل عطا کر دیتا ہے۔“

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے تو میں نے کہا: مسلمانوں میں اس

---

① مسند احمد(٦/٢٨٩) ومسلم(٩٢٢)

② صحیح مسلم(٩١٩) ومسند احمد(٦/٢٩١)

سے بہتر کون ہوگا۔۔؟ یہ پہلا گھر ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف ہجرت کی۔ لیکن جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو نعم البدل کے طور پر مجھے عطا کر دیا۔

فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حاطب بن ابی بلتعہ ؓ کو میرے پاس نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ اس نے جب مجھ سے اس موضوع پر بات کی تو میں نے کہا: میری ایک بیٹی ہے اور میں ایک غصیلی عورت ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ عذر سن کر فرمایا: ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں گے کہ وہ بیٹی کے بارے میں اسے مستغنی کر دے اور اسی طرح میں اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کروں گا وہ آپ کا غصہ ختم کر دے۔ ①

مسلم شریف میں ایک دوسری روایت کچھ اس طرح منقول ہوئی ہے، سیدہ ام سلمہ ؓ فرماتی ہیں: کہ جب ابو سلمہ ؓ فوت ہو گئے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی بتائی ہوئی دعا کی۔ میں نے ارادہ کیا کہ میں یہ کہوں کہ الٰہی مجھے اس سے بہتر بدل عطا کر۔ پھر میں نے دل میں خیال کیا کہ ابو سلمہ ؓ سے بھلا بہتر کون ہوگا۔۔۔؟

بہرحال میں دعا کرتی رہی، جب میری عدت ختم ہوگئی تو سیدنا ابوبکر صدیق ؓ نے نکاح کا پیغام بھیجا، میں نے انکار کر دیا۔ پھر عمر بن خطاب ؓ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے انکار کر دیا۔ بعدازاں نبی کریم ﷺ نے نکاح کا پیغام بھیجا تو میں نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کو خوش آمدید کہتی ہوں۔

عمر بن ابی سلمہ ؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جب سیدہ ام سلمہ ؓ کی عدت ختم ہوگئی تو سیدنا ابو بکر صدیق ؓ نے نکاح کیلئے پیغام بھیجا تو انہوں نے مسترد کر دیا۔ پھر عمر بن خطاب ؓ نے نکاح کیلئے پیغام بھیجا تو انہوں نے مسترد کر دیا پھر اس کی طرف رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیلئے پیغام بھیجا تو اس نے خوش آمدید کہتے ہوئے آپ کو اطلاع دی کہ میں

---

① صحیح مسلم (۹۱۸)

غصیلی عورت ہوں اور میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اور میرے ورثاء میں کوئی گواہ بھی نہیں ہے۔ آپ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی طرف پیغام بھیجا کہ آپ کا کہنا ہے کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں تو اللہ تعالیٰ تیرے بچوں کی حفاظت کرے گا اور آپ کا یہ کہنا کہ میں غصیلی ہوں تو میں یہ دعا کروں گا اور اللہ تعالیٰ غصہ ختم کر دے گا، جہاں تک تیرے ورثاء کا تعلق ہے تو تیرا ہر وارث میرے بارے میں سن کر خوشی کا اظہار کرے گا۔

پھر سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا اٹھو میری رسول اللہ ﷺ کیساتھ شادی کا اہتمام کرو۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ ہیں، انکی کنیت ابو حفص القرشی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی گود میں پرورش پائی یعنی ربیبہ بیٹے ہیں۔ ہجرت سے چند سال پہلے پیدا ہوئے۔ ان کے والد حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ تین ہجری کو وفات پا گئے۔ انہوں نے ہی اپنی والدہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا نبی اکرم ﷺ سے نکاح کروایا تھا۔ نبی اکرم ﷺ انکے رضاعی چچا ہیں۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر ابوسلمہ رضی اللہ عنہ ہیں، رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ یہ آپ ﷺ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دونوں کے رضاعی بھائی تھے۔ ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثویبہ نے انہیں اپنا دودھ پلایا تھا۔ ہجرت اپنی اہلیہ کے ساتھ کی، غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی جنازہ کی نماز نہایت اہتمام سے پڑھی گئی، آپ ﷺ نے نو تکبیریں کہیں، لوگوں نے نماز کے بعد پوچھا، یا رسول اللہ (ﷺ) آپ کو سہو تو نہیں ہوا؟ فرمایا یہ ہزار تکبیروں کے مستحق تھے، وفات کے وقت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھیں کھلی رہ گئیں تھیں، آپ ﷺ نے خود دست مبارک سے آنکھیں بند کیں، اور ان کی مغفرت کی دعا مانگی۔ ①

سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ۶۲ ہجری میں وفات پائی۔ اس وقت انکی عمر ۸۴ برس تھی بقیع قبرستان میں دفن ہوئیں۔ ②

---

① زرقانی (۳ / ۲۷۳)

② الاصابہ (١٢٠٦٣) الثقات (٣/٤٦٤)

سیدہ ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا

والدہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

حضرت ام الفضل کا نام لبابہ بنت حارث بن حزن رضی اللہ عنہا ہے آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ اور ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ نبی اکرم ﷺ آپ کے پاس تشریف لاتے تھے اور قیلولہ کیا کرتے تھے۔ یہی وہ خاتون ہیں جنہوں نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مغرب کی جو آخری نماز پڑھائی اس میں سورہ والمرسلات پڑھی تھی۔

والدہ کا نام ہند بنت عوف تھا اور قبیلہ کنانہ سے تھیں‘ لبابہ کی حقیقی اور اخیافی کئی بہنیں تھیں‘ جو خاندان ہاشم اور قریش کے دوسرے معزز گھرانوں میں منسوب تھیں‘ چنانچہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو‘ لبابہ حضرت عباس (عم رسول اللہ ﷺ) کو‘ سلمیٰ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (عم رسول اللہ ﷺ) کو اور اسماء حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ (برادر حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو منسوب تھیں۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی اکثر اولاد ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئی‘ اور چونکہ سب بیٹے نہایت قابل تھے اس لیے بڑی خوش قسمت سمجھی جاتی تھیں‘ فضل‘ عبداللہ‘ معبد‘ عبیداللہ‘ قثم‘ عبدالرحمن اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہم ان ہی کی یادگاریں ہیں‘ ان میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور عبیداللہ رضی اللہ عنہ آسمان علم کے مہر و ماہ تھے۔

سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا اور وہ اس کی تعبیر معلوم کرنے کیلئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ سے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میں نے خواب دیکھا ہے کہ آپ کے جسم کا ایک حصہ میرے گھر میں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آپ نے اچھا خواب دیکھا۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ فاطمہ

الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اور تم اسے اپنے بیٹے قثم کے ساتھ دودھ پلاؤ گی۔ سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا یہ خوشخبری سن کر گھر سے باہر نکلی تھوڑے عرصے کے بعد حسین بن علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ام الفضل رضی اللہ عنہا نے اس کی کفالت اپنے ذمے لے لی۔ سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں ایک دن حسین بن علی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لے کر آئی تو آپ اس سے پیار کرنے لگے اور اسے چومنے لگے۔

اس نے رسول اللہ ﷺ پر پیشاب کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ام الفضل ذرا بیٹے کو پکڑیں اس نے مجھ پر پیشاب کر دیا ہے وہ کہتی ہیں کہ میں نے اسے پکڑا اور اس کو چٹکی کاٹی تو وہ رو پڑا۔ میں نے اسے کہا تو نے رسول اللہ ﷺ پر پیشاب کر کے انہیں تکلیف دی ہے۔ جب بچہ رونے لگا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تو نے میرے بیٹے کو رلا کر مجھے تکلیف دی ہے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا اور کپڑوں پر چھینٹے مار دیے پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

''اگر لڑکا پیشاب کرے تو چھینٹے مار دیا کرو اور اگر لڑکی پیشاب کرے تو کپڑے کو دھولیا کرو۔''①

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الأخواتُ الأَرْبَعُ مُؤْمِنَاتٌ: أُمُّ الْفَضْلِ وَمَيْمُونَةُ، وَأَسْمَاءُ وَسَلْمٰى))②

''چاروں بہنیں مومن ہیں: ''ام الفضل، میمونہ، اسماء اور سلمٰی (رضی اللہ عنہن)۔''

سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئی اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا ام الفضل کی حقیقی ہمشیرہ تھی۔ سالم سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے سنا ام فضل کے غلام سے وہ ام فضل سے بیان کرتے ہیں کہ ام الفضل رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے ساتھ حج بھی کیا ہے۔

---

① طبقات ابن سعد (٨/٢٧٩، ٢٧٨) وسنن الترمذی (٣٧٥) حسن

② صحیح الجامع الصغیر (٢٧٦٣)

چنانچہ حجۃ الوداع میں) جب لوگوں کو عرفہ کے دن آپ ﷺ کے صائم ہونے کی نسبت شک ہوا اور ان کے پاس آ کر ذکر کیا، تو انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک پیالہ دودھ بھیجا، آپ چونکہ روزہ سے نہ تھے۔ دودھ پی لیا اور لوگوں کو تشفی ہوگئی۔ ①

ام الفضل رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت میں وفات پائی، اس وقت عباس رضی اللہ عنہ زندہ تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

ام الفضل رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سب سے نامور دین کے داعی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں، آپ ﷺ نے انہیں کتاب وسنت کے علم وفقاہت کی دعا دی تھی: ''اے اللہ! اسے قرآن وسنت کا علم عطاء فرما'' تیرا سال صحبت رسول پائی۔ آپ وسعت علمی کی بناء پر ''البحر'' اور ''الحبر'' کہا جاتا تھا۔ تقریباً سولہ برس کی عمر میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت کے رکن بن گئے تھے۔ آپ فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے جو چار عبداللہ نامی صحابی ہیں جنہیں عبادلہ اربعہ کہا جاتا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابن عباس کو نوعمر ہونے کے باوجود اپنی مجلس شوریٰ میں شامل کر لیا۔ بعض بزرگوں نے کہا امیر المومنین! اس عمر کے ہمارے بھی بچے ہیں لیکن آپ صرف انہیں ہی مجلس شوریٰ میں ہمارے ساتھ شامل کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ تم ان کی شان کے متعلق نہیں جانتے ہیں۔

چنانچہ ایک دن آپ نے اصحابِ مجلس سے سورۃ النصر ﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ ٱللَّهِ وَٱلْفَتْحُ ①﴾ کی تفسیر دریافت کی، بعض لوگ تو بالکل خاموش رہے جب کہ بعض نے کہا: کہ اس میں فتح ونصرت کے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا:

''اے ابن عباس! کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے۔؟''

---

① بخاری، الحج، باب صوم یوم عرفۃ (۱۶۵۸)

آپ ؓ نے فرمایا: ''نہیں''

حضرت عمر ؓ نے پوچھا: ''تو پھر آپ کا کیا خیال ہے؟'' آپ ؓ نے فرمایا:

''اس میں نبی کریم ﷺ کو مدتِ عمر کے اختتام پذیر ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ جب فتح ونصرت آ چکی (اور مشن پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا) تو اب آپ ﷺ اللہ کی تسبیح وتحمید اور استغفار کی طرف پہلے سے زیادہ متوجہ ہوں۔''

حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا:

''میری رائے بھی آپ کی رائے کے موافق ہے۔''①

ام فضل ؓ کی کنیت ان کے ایک بیٹے فضل کے نام پر تھی' سیدنا فضل ؓ غزوہ حنین میں شریک اور حجۃ الوداع میں شامل ہوئے اور غسل نبوی ﷺ میں شامل تھے اور علی المرتضیٰ کے ہاتھ پر پانی ڈالتے تھے۔ ۱۳ ہجری یا ۱۸ ہجری میں شہید ہوئے۔②

حضرت فضل بن عباس ؓ فرماتے ہیں کہ میں حجۃ الوداع کے دوران منیٰ آتے ہوئے آپ ﷺ کے پیچھے سواری پر تھا کہ راستے میں ایک دیہاتی کو دیکھا جو اپنے ساتھ اپنی بیٹی کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ آپ ﷺ اس سے نکاح کر لیں۔ میں نے اس لڑکی کو دیکھا تو آپ ﷺ نے میرا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر دوسری طرف پھیر دیا۔③

---

① حلیۃ الاولیاء (١/٣١٤) و سیر أعلام النبلاء (٣/٣٢١)

② الاستیعاب (٤٢٣٧)

③ بخاری، الاستئذان، باب قول اللّٰہ تعالیٰ یأیھا الذین امنوا لا تدخلوا ___ (٦٢٢٨) وابو یعلی (٢١/٩٧) (٦٧٣١)

سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا

والدہ سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما

سیدہ ام رومان بنت عامر رضی اللہ عنہا، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی ایک جلیل القدر صحابیہ تھی۔ ان کا مسلمان خواتین میں بڑا بلند مقام و مرتبہ تھا۔ یہ اپنے پہلے خاوند الحارث بن سخبرۃ کے ہمراہ مکہ معظمہ آئی تھی اور وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حلیف تھا۔ یہ ظہور اسلام سے پہلے کی بات ہے۔ اس کا خاوند الحارث فوت ہو گیا۔ تو عدت پوری ہونے کے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کر لی۔ ہجرت کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تنہا آپ ﷺ کی معیت میں مدینہ کو روانہ ہو گئے تھے، لیکن ان کا خاندان مکہ میں مقیم تھا۔ مدینہ پہنچے تو وہاں سے زید بن حارثہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہما مستورات کو لانے کے لیے بھیجے گئے، ام رومان رضی اللہ عنہا بھی ان ہی کے ہمراہ مدینہ آئیں۔ حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے دو نکاح کیے تھے۔ پہلے شوہر سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام طفیل تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کے ہاں حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئے۔ ①

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے میرے ساتھ شادی کی جب کہ میری عمر چھ سال تھی پھر ہم مدینہ منورہ آ گئے۔ ہم بنو الحارث بن خزرج کے ہاں فروکش ہوئے، مجھے بخار ہو گیا۔ میرے سر کے بال جھڑ گئے۔ پھر میرے سر پر بال پورے آ گئے۔ ایک روز میں جھولے میں تھی کہ میرے پاس میری والدہ ام رومان آئی۔ میرے ساتھ میری سہیلیاں کھیل رہی تھیں۔ اس نے مجھے اونچی آواز سے بلایا میں اس کے پاس گئی میں نہیں جانتی تھی کہ امی جان کے کیا ارادے ہیں۔

---

① الاصابۃ (۸/۳۹۱)

اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھر کے دروازے پر لا کھڑا کیا۔ میرا سانس پھولا ہوا تھا پھر مجھے سانس لینے میں قدرے آسانی محسوس ہونے لگی۔ پھر میری امی جان نے پانی سے میرا منہ دھویا اور میرے سر کے بال اپنے ہاتھ سے درست کیے، اور مجھے گھر کے اندر داخل کر دیا۔ گھر میں انصار کی خواتین بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی خیر و برکت کی دعا دی اور مجھے اچھے نصیب والی قرار دیا۔ انہوں نے مجھے دلہن کا روپ دیا پھر میری رخصتی عمل میں آئی۔ اس وقت میری عمر نو سال تھی۔ ①

ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ مذکور ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ عورتیں مجھے لے گئیں۔ انہوں نے میرا سر دھویا اور مجھے دلہن کے روپ میں سنوارا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کے ہاں رخصت کیا۔ ②

شعبان ۶ھ میں افک کا واقعہ پیش آیا‘ ام رومان رضی اللہ عنہا کے لیے یہ نہایت مصیبت کا وقت تھا‘ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ سے اجازت لے کر میکہ آئیں حضرت ابوبکرؓ بالا خانے پر تھے اور ام رومان رضی اللہ عنہا نیچے بیٹھیں تھیں‘ پوچھا کیسے آئیں‘ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سارا واقعہ بیان کیا بولیں: بیٹی اس میں گھبرانے کی کوئی بات نہیں جو عورت اپنے خاوند کو زیادہ محبوب ہوتی ہے اس کی سوتنیں حسد کی وجہ سے ایسا کرتی ہیں۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے تسکین نہ ہوئی اور چیخ مار کر رو دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے آواز سنی تو بالا خانہ سے اتر آئے اور خود بھی رونے لگے۔ پھر ان سے کہا کہ تم اپنے گھر واپس جاؤ اس کے ساتھ ہی ام رومان رضی اللہ عنہا کو لے کر خود بھی روانہ ہوئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو چونکہ اس صدمہ سے بخار آ گیا تھا۔ دونوں نے ان کو گود میں لٹایا‘ عصر پڑھ کر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

''عائشہ رضی اللہ عنہا! اگر واقعی تم سے ایسی غلطی ہوئی ہے تو خدا سے توبہ کرو۔''

---

① بخاری، المناقب، باب تزویج النبی عائشة وقدومها المدینة وبنائه بها(٣٨٩٤) ② ابوداؤد، الأدب، باب فی الأرجوحة(٤٩٣٥)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے والدین سے کہا آپ لوگ جواب دیں، لیکن جواب ملا کہ ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟ غرض حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خود جواب دیا، جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی، جس میں ان کی صاف طور پر برائت کی گئی تھی تو حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا بولیں کہ ”تم اٹھ کر آپ ﷺ کے پاس جاؤ“۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا:

> ”میں نہ ان کی ممنون ہوں اور نہ آپ کی، میں صرف اپنے اللہ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔“①

مسروق نے بیان کیا کہ میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا سے عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں جو بہتان تراشا گیا تھا اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک انصاریہ عورت ہمارے یہاں آئی اور کہا کہ اللہ فلاں (مسطح بن اثاثہ) کو تباہ کردے اور وہ اسے تباہ کر بھی چکا انہوں نے بیان کیا کہ میں نے کہا آپ یہ کیا کہہ رہی ہیں انہوں نے بتایا کہ اسی نے تو یہ جھوٹ مشہور کیا ہے۔ پھر انصاریہ عورت نے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کا سارا) واقعہ بیان کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (اپنی والدہ سے) پوچھا کہ کون سا واقعہ؟ تو ان کی والدہ نے انہیں واقعہ کی تفصیل بتائی۔ عائشہ نے پوچھا کہ کیا یہ قصہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ ﷺ کو بھی معلوم ہو گیا ہے؟ ان کی والدہ نے بتایا کہ ہاں۔ یہ سنتے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیہوش ہو کر گر پڑیں اور جب ہوش آیا تو تیز بخار چڑھا ہوا تھا۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ انہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا کہ ایک بات ان سے ایسی کہی گئی تھی اور اسی کے صدمے سے ان کو بخار آ گیا ہے۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر بیٹھ گئیں اور کہا: اللہ کی قسم! اگر میں قسم کھاؤں تب بھی آپ لوگ میری بات نہیں مان سکتے اور اگر کوئی عذر بیان کروں تو اسے بھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ بس میری اور آپ لوگوں کی مثال یعقوب علیہ السلام اور ان کے بیٹوں کی سی ہے (کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کی من گھڑت کہانی سن کر فرمایا تھا کہ) جو کچھ تم کہہ رہے ہو میں اس پر اللہ ہی کی مدد چاہتا ہوں۔

---

① بخاری، تفسیر القرآن (٤٧٥٠)

اس کے بعد آپ ﷺ واپس تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کو جو کچھ منظور تھا وہ نازل فرمایا۔

جب آپ ﷺ نے اس کی خبر عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی تو انہوں نے کہا کہ اس کے لئے میں صرف اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کسی اور کا نہیں۔ ①

حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے ۹ھ یا اس کے بعد انتقال کیا' آپ ﷺ خود قبر میں اترے اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی۔

---

① بخاری، احادیث الانبیاء (۳۳۸۸)

سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا

والدہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا زوجہ رسول ﷺ کی بڑی بہن ہیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں، سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا مکہ معظمہ میں ہجرت نبویہ سے ۲۷ سال پہلے پیدا ہوئیں اور اپنے والد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر میں پرورش پائی کہ جن میں تمام تر خوبیاں ایک ساتھ پائی جاتی تھیں، مکہ میں ایمان لانے والے قدیم الاسلام مسلمانوں میں سے تھیں۔ مدینہ کی طرف ہجرت کی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بیان کیا گیا، وہ فرماتی ہیں کہ ابوجہل چند افراد کے ساتھ آیا اور اس نے دروازے پر دستک دی، (جب نبی ﷺ ہجرت کے لیے نکلے تھے) میں باہر نکلی تو اس نے پوچھا: تیرا باپ کہاں ہے؟ میں نے کہا: مجھے کیا پتا، میں نہیں جانتی وہ کہاں ہے؟ ابوجہل نے میرے چہرے پر زوردار طمانچہ مارا جس سے میرے کان کی بالی دور جا گری، پھر وہ واپس چلے گئے۔ ①

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دختر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں کہ اللہ کے رسول (ﷺ) ہجرت کے لیے نکل گئے۔ ان کے ساتھ حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) بھی چلے گئے۔ حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) اپنا سارا مال بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ اس رقم کی مالیت پانچ ہزار یا سات ہزار درہم تھی۔ والد گرامی یہ رقم لے کر چلے گئے تو ایک دن میرے دادا جی جناب ابوقحافہ (رضی اللہ عنہ) ہمارے پاس آئے۔ وہ نابینے تھے، کہنے لگے:

اللہ کی قسم! میں سوچتا ہوں کہ ابوبکر اپنے ساتھ سارا مال لے گیا اور تمہیں مصیبت میں ڈال گیا ہے۔

---

① سیر اعلام النبلاء (۲/۲۹۰)

میں نے کہا: دادا جان! ایسا ہرگز نہیں ہے، وہ بہت سارا مال چھوڑ بھی گئے ہیں۔ پھر میں نے یہ کیا کہ پتھر لیے اور ان پتھروں کو دیوار میں بنائے ہوئے طاقچے میں رکھا۔ اسی طاقچے میں کہ جہاں میرے والد صاحب اپنا مال رکھا کرتے تھے۔ پھر میں نے ان پتھروں پر کپڑا رکھ دیا اور دادا جی سے کہا: بابا جی! ذرا ان پیسوں پر اپنا ہاتھ تو رکھو۔ انہوں نے اس خزانے پر اپنا ہاتھ رکھا تو کہنے لگے: اچھا اگر یہ مال تمہارے لیے چھوڑ گیا ہے تو اس نے اچھا کیا ہے۔ اس سے تمہاری ضروریات پوری ہو جائیں گی۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: حالانکہ اللہ کی قسم! ابا جان نے تو کچھ بھی نہیں چھوڑا تھا لیکن میں نے ایسا اس لیے کیا تا کہ دادا جی پر سکون رہیں۔ ①

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت ہے: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیل قبیلے کے ایک شخص (عبداللہ بن اریقط) کو پیسے دے کر پہلے ہی معاملہ طے کر لیا تھا کہ وہ تین راتیں گزارنے کے لیے بعد دونوں اونٹنیوں کو لے کر غار ثور میں آ جائے گا۔ یہ شخص بے شک کافر تھا لیکن قابل اعتماد اور راستوں کا ماہر تھا۔ چنانچہ تیسری رات کی صبح (بروز سوموار) وہ دونوں سواریاں لے کر آ گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت ہے: ہم نے ان دونوں سواریوں کو سفر خرچ کے ساتھ اچھی طرح تیار کر دیا۔ سفر خرچ کو توشہ دان میں لٹکانے لگے (تو بندھن ہی نہیں تھا) چنانچہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں، اپنا کمر بند کھولا، دو حصوں میں پھاڑا اور ایک کے ساتھ توشہ دان باندھ دیا (اور دوسرے کو کمر کے ساتھ باندھ لیا) اسی لیے ان کا لقب ذات النطاق ”پٹکے والی“ (ایک روایت میں ذات النطاقین یعنی دو پٹکوں والی) پڑ گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت کے مطابق: قافلہ چل پڑا، عامر بن فہیرہ بھی ہمراہ تھے، راستے کے ماہر (عبداللہ بن اریقط) نے سمندر کے ساحل والا راستہ اختیار کیا۔ ②

---

① سیرة ابن هشام (٣/١٣٠) ومستدرك حاكم (٣/٥،٦) (٤٢٦٨) حسن

② بخاري، مناقب الانصار (٣٩٠٥) و ابن حبان (٦٨٦٨) صحيح

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ مکہ میں ان کے پیٹ میں تھے، انہوں نے کہا پھر میں (جب ہجرت کے لیے) نکلی تو وقت ولادت قریب تھا۔ مدینہ منورہ پہنچ کر میں نے پہلی منزل قباء میں کی اور یہیں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہو گئے۔ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بچے کو لے کر حاضر ہوئی اور اسے آپ ﷺ کی گود میں رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے کھجور طلب فرمائی اور اسے چبایا اور بچے کے منہ میں اپنا لعاب ڈال دیا۔ چنانچہ پہلی چیز جو اس بچے کے پیٹ میں گئی وہ رسول اللہ ﷺ کا لعاب مبارک تھا:

ثُمَّ حَنَّكَهُ بِالتَّمْرَةِ ثُمَّ دَعَا لَهُ فَبَرَّكَ عَلَيْهِ.

''پھر آپ ﷺ نے کھجور سے اسے گھٹی دی اور اس کے لیے برکت کی دُعا کی۔''

یہ ہجرت کے بعد اسلام میں پیدا ہونے والا پہلا بچہ تھا لہٰذا وہ اس کی وجہ سے بہت خوش ہوئے اور اس لیے بھی کہ ان سے کہا گیا تھا کہ تم پر یہود نے جادو کر رکھا ہے اس لیے اب تمہارے ہاں بچہ پیدا نہیں ہوگا۔ ①

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ قرآن کی ایک آیت سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازل ہوئی۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی والدہ کا نام قتیلہ تھا۔

وہ ایک دفعہ اپنی بیٹی سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس بہت سے تحائف لے کر آئی۔ چونکہ اس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا، تو انہوں نے اپنی والدہ سے اس وقت تک تحائف قبول نہ کیے جب تک اس کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے پوچھ نہیں لیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ یہ آیت نازل کی:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۸﴾ ②

''اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی کرو اور انصاف

---

① صحیح بخاری، العقیقة، باب تسمية المولود غداة يولد لمن لم يعق عنه و تحنيكه (٥٤٦٩) و مسلم (٢١٤٦)(٢١٤٦) ② الممتحنة (٨)

کا برتاؤ کرو کہ جنہوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا ہے، اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے‘‘①

سیدہ اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ: میری والدہ میرے پاس آئیں ہیں۔ وہ مجھ سے حسن سلوک کی خواہشمند ہیں: میری ماں جب کہ وہ ابھی مشرکہ تھیں میرے پاس آئیں، میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا:

((اِنَّ اُمِّیْ قَدِمَتْ وَھِیَ رَاغِبَۃٌ اَفَاَصِلُ اُمِّیْ ؟ قَالَ : نَعَمْ صِلِیْ اُمَّكِ))

’’کیا میں انکی خواہش کے مطابق انکے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں: تم اپنی والدہ سے صلہ رحمی کرو۔‘‘②

سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں کہ میرے ساتھ زبیر رضی اللہ عنہ نے شادی کی، ان کے پاس نہ کوئی مال تھا نہ کوئی غلام اور نہ ہی کوئی اور چیز تھی۔ بس ان کے پاس ایک گھوڑا تھا جس کو میں چارہ ڈالتی اور پانی پلاتی۔

اس طرح میں خاوند کا ہاتھ بٹایا کرتی اور گھر میں آٹا گوندھتی لیکن اچھی طرح روٹی نہیں پکانا جانتی تھی۔ میری انصاری سہیلیاں بڑی مخلص تھیں وہ میری روٹیاں پکا دیا کرتی تھیں۔ میرے خاوند کی تھوڑی سی زمین تھی جو گھر سے فاصلے پر تھی۔ ایک دن میں گھوڑے کیلئے چارہ کاٹ کر اپنے سر پر اٹھائے ہوئے گھر کی طرف آ رہی تھی تو راستے میں رسول اللہ ﷺ اپنے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جا رہے تھے۔

آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ذرا ٹھہرو، آپ مجھے اپنے پیچھے سواری پر بٹھانا چاہتے تھے لیکن مجھے شرم محسوس ہوئی کہ میں مردوں کے ساتھ چلوں۔ اس کے علاوہ زبیر اور اسکی غصیلی عادت بھی مجھے یاد آ گئی۔

---

① طبقات ابن سعد(٢٥٢/٨)وتفسير جامع البيان ابن جرير (٦٨/٢٨)

② صحيح بخارى ،الهبة ،باب الهدية للمشركين(٢٦٢٠)‘مسلم (١٠٠٣)

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ زبیر بن عوام لوگوں میں سب سے بڑھ کر غصیلے تھے، رسول اللہ ﷺ پہچان گئے کہ میں شرماتی ہوں، تو آپ چلے گئے۔ میں زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور بتایا کہ راستے میں مجھے رسول اللہ ﷺ ملے تھے، میرے سر پر چارے کی گٹھڑی تھی اور آپ ﷺ کے ساتھ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے، آپ نے اپنی اونٹنی بٹھائی تاکہ میں اس پر سوار ہو جاؤں لیکن میں شرما گئی اور میں آپ کی طبیعت کے بارے میں جانتی تھی، تو انہوں نے کہا:

> ”اللہ کی قسم! آپ کا چارے کی گٹھڑی سر پر اٹھا کر چلنا مجھے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سوار ہونے سے زیادہ ناگوار محسوس ہوا ہے۔“

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے بعد میرے ابا جان سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میری طرف خادم بھیج دیا، اس نے گھوڑے کی ذمے داری سے مجھے فارغ کر دیا اور مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے مجھے آزاد کر دیا گیا ہو۔ ①

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا روزے دار، عبادت گزار اور اللہ کے خوف کی خوگر تھیں۔

عباد بن حمزہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اسماء رضی اللہ عنہا کے پاس گیا تو وہ نماز میں کھڑی یہ آیت پڑھ رہی تھیں:

﴿فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝۲۷﴾ ②

”تو اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں جھلسا دینے والے عذاب سے بچا لیا۔“

اس طرح وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ رہی تھیں۔ اور دعا کر رہی تھیں میں اٹھ کھڑا ہوا، بازار چلا گیا اور دیر تک وہاں رہا جب میں واپس گھر آیا تو وہ نماز میں ہی مشغول روتے ہوئے اللہ سے پناہ مانگ رہی تھیں، اور دعا کر رہی تھیں۔ ③

آپ کی اولاد میں سب سے بہادر اور جاں باز عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عبداللہ بن

---

① حیاة الصحابہ کاندھلوی (۲/۶۹۱)

② الطور (۲۷) ③ مصنف ابن ابی شیبة (۲/۲۵)(۶۰۳۷)

زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:

> ”میں جنگ احزاب کے موقع پر حاضر تھا مجھے اور عمر بن ابی سلمہ کو عورتوں میں کر دیا گیا میں نے زبیر (اپنے باپ) کو گھوڑے پر بنو قریظہ میں جاتے ہوئے دو مرتبہ دیکھا یا تین مرتبہ دیکھا۔ پس جب میں واپس آیا تو میں نے سوال کیا: اے ابو جان! میں نے آپ کو (ان لوگوں کی طرف) جاتے ہوئے دیکھا تھا تو (میرے باپ) کہتے ہیں کہ کیا تو نے مجھے دیکھا تھا اے میرے بیٹے! تو میں نے جواب دیا جی ہاں تو وہ کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تھا کہ کون بنی قریظہ میں جا کر ان کی خبر لائے گا تو میں چل پڑا اور جب میں واپس آیا تو میرے لیے رسول کریم ﷺ نے اپنے والدین جمع کیے تو پس آپ نے مجھے کہا کہ تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔“①

۶۳ھ کو معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت ہوئی اور حجاز، یمن، عراق اور خراسان کے لوگ آپ کی اطاعت پر جمع ہو گئے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے نو سال تک حکومت کی۔ آٹھ سال تک حج آپ ہی کی امارت میں ہوا۔ لیکن نویں سال جب آپ مسجد حرام میں محصور تھے اجتماع عرفات حجاج بن یوسف کی زیر قیادت ہوا، لیکن حجاج کے ساتھ اس سال طواف زیارت نہ کر سکے۔ حجاج بن یوسف کی فوجوں کی طرف سے آپ کے محاصرے کی ابتداء یکم ذی الحجہ ۷۲ھ کو ہوئی اور اس کا اختتام چھ ماہ سترہ دن بعد نصف جمادی اخری ۷۳ھ کو اس وقت ہوا جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ آپ نے جس بے جگری اور بہادری و شجاعت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کو زیر کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا گیا۔ لیکن آپ کی زبان پر یہ شعر تمام مخالفین کا منہ چڑاتا رہا:

لست بمتاع الحياة بسبَّةِ ولا مرتقٍ من خشيةِ الموت سلّمًا

---

① بخاری، فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب مناقب الزبیر بن العوام۔

> ''میں گالی کے بدلے زندگی کا خریدار نہیں ہوں، اور نہ ہی موت کے ڈر سے کسی سیڑھی پر چڑھنے والا ہوں۔''①

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے سو سال عمر پائی، لیکن آخر تک ایک دانت بھی نہیں گرا تھا اور ہوش وحواس بالکل درست تھے۔ دراز قد اور جسیم شحیم تھیں۔ البتہ آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی۔

آپ بہت زیادہ سخاوت کرنے والی خاتون تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان دونوں بہنوں (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور اسماء رضی اللہ عنہا) سے بڑھ کر کسی خاتون کو اتنا سخی نہیں دیکھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا معمول یہ تھا کہ وہ تھوڑا تھوڑا مال جمع کرتی رہتیں اور ایک ہی دفعہ مستحقین میں تقسیم کر دیتیں، اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا معمول یہ تھا کہ وہ مال جمع ہی نہیں ہونے دیتی تھیں۔

اور وہ کل کے لئے بچا کر نہیں رکھتی تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت منذر کا بیان ہے کہ جب آپ بیمار ہوتیں تو اپنے غلاموں کو آزاد کر دیتی تھیں۔ ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ جب آپ کو سر درد لاحق ہوتا تو سر پر ہاتھ رکھ کر فرماتیں:

> بِذَنْبِیْ ، وَمَا یَغْفِرُ اللّٰهُ أَكْثَرُ.
>
> ''یہ میرے کسی گناہ کی شامت ہے، اور جو گناہ اللہ ویسے ہی معاف کر دیتے ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں۔''②

---

① اسد الغابة (٣/ ٢٤١) تاريخ اسلام (ص/ ٤٢٨، ٤٠٩) الاصابة (٤٦٩٩)

② سير أعلام النبلاء (٢/ ٢٨٧ ـ ٢٩٦ ملخصًا) و ألاستيعاب (٤/ ١٧٨١، ١٧٨٣)

سیدہ فاطمہ بنت محمد رضی اللہ عنہا

والدہ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

سیدہ فاطمہ بنت محمد بن عبداللہ رضی اللہ عنہا ' ان کا ایک نام بتول تھا، انہیں زہراء اس لیے لقب ملا کیونکہ یہ خوش شکل تھیں اور اپنے والد گرامی محمد ﷺ کی ہم شکل تھیں۔ مکہ میں آپ ﷺ کے منصب نبوت پر فائز ہونے سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئیں اس وقت قریش خانہ کعبہ کو تعمیر کر رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی عمر اس وقت پینتیس (۳۵) سال تھی۔ ①

انکی کی والدہ خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا تھیں۔ جنہیں زبان نبوت سے جنت کی بشارت ملی تھی' آپ ﷺ کی بہنیں۔ سیدہ زینب، رقیہ، اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہن اور تین بھائی تھے: قاسم، عبداللہ (طیب و طاہر) اور ابراہیم رضی اللہ عنہم۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: اللہ کے رسول ﷺ بیت اللہ شریف میں نماز ادا فرما رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے ساتھی قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک دن پہلے ہی اونٹوں کی قربانی ہوئی تھی۔ ابوجہل اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا: تم میں سے کون ہے جو اونٹ کی اوجھڑی لائے اور جب محمد (ﷺ) سجدے میں جائے تو وہ ان کے کندھوں پر اوجھڑی رکھ دے؟ ایک بدبخت اٹھا، اونٹ کی اوجھڑی لایا اور جب اللہ کے رسول ﷺ سجدے میں گئے تو اس نے اوجھڑی کو آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دیا۔ اس پر ابوجہل اور اس کے ساتھی ہنستے اور ایک دوسرے کو ہنسانے لگے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا، دل میں کہہ رہا تھا کہ کاش! مجھ میں ہمت ہوتی تو میں اللہ کے رسول ﷺ کی کمر مبارک سے اس اوجھڑی کو ہٹا دیتا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی کیفیت یہ تھی کہ آپ ﷺ بدستور سجدے میں پڑے تھے۔

---

① طبقات ابن سعد (۸/۲۲)

آپ ﷺ اپنا سر نہیں اٹھا رہے تھے حتیٰ کہ ایک شخص جلدی سے گیا اور اس نے جا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتلایا۔ اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک کم عمر بچی تھیں، وہ دوڑتی ہوئی آئیں، انہوں نے آتے ہی اپنے ابو پر سے اوجھڑی کو ہٹایا۔ پھر وہ ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کے طرف متوجہ ہو کر ان کو برا بھلا کہنے لگیں، پھر جب اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی نماز پوری کر لی تو آپ ﷺ ابوجہل اور اس کے ساتھیوں کو بددعا دینے لگے۔ آپ ﷺ کی آواز اونچی ہو گئی۔ آپ ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب دعا کرتے تو تین بار کرتے اور جب اپنے رب سے مانگتے تو تین بار مانگتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے تین بار قریش کے لیے کہتے ہوئے بددعا کی:

((اَللّٰھُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ))

"اے اللہ! قریش سے نبٹ۔"

ابوجہل اور اس کے ساتھیوں نے جب رسول کریم ﷺ کی آواز کو سنا تو ان کی ہنسی غائب ہو گئی اور وہ آپ ﷺ کی بددعا سے ڈرنے لگے۔ اب آپ ﷺ نے سب کا نام لے کر بددعا کی:

((اَللّٰھُمَّ عَلَیْكَ بِاَبِیْ جَھْلِ بْنِ ھِشَامٍ وَعُتْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ وَشَیْبَةَ بْنِ رَبِیْعَةَ وَالْوَلِیْدِ بْنِ عُتْبَةَ وَاُبَیِّ بْنِ خَلْفٍ وَعُتْبَةَ بْنِ اَبِیْ مُعَیْطٍ))

"اے اللہ! ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، ابی بن خلف اور عتبہ بن ابی معیط کو ہلاک کر۔"

آپ ﷺ نے ساتویں کا بھی نام لیا، وہ نام صحیح بخاری (رقم الحدیث ۵۲۰) میں یوں ہے، اے اللہ عمار بن ولید کو پکڑ! حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس رب کی قسم! جس نے محمد کریم ﷺ کو حق دے کر بھیجا! اللہ کے رسول ﷺ نے جن لوگوں کے نام لیے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا، وہ بدر کے میدان میں لاشیں بنے پڑے تھے، پھر یہ سب گھسیٹ کر بدر کے کنویں میں، جس کا نام "قلیب" تھا پھینک دیے گئے۔ ①

---

① بخاری، الجهاد و السیر، باب الدعاء علی المشرکین ...... الخ (٢٩٣٤، ٢٤٠)

ہجرت کے دوسرے سال غزوہ بدر کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔ حضرت بریدہ بن حصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما نے آپ ﷺ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ کی بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

> ((اِنَّهَا صَغِيْرَةٌ))①
>
> ”فاطمہ ابھی چھوٹی ہیں۔“

اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رشتہ طلب کیا تو آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ((اِنَّ اللّٰهَ اَمَرَنِي أَنْ أُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيٍّ))②
>
> ”اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی علی رضی اللہ عنہ سے کردوں۔“

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہ کا اپنے لیے رشتہ مانگا، اس موقع پر اپنی زرہ اور دیگر کچھ سامان بیچا جس سے چار سو اسی درہم حاصل ہوئے، نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ ان میں سے ایک تہائی رقم کی خوشبو خرید لیں اور دو تہائی رقم کے کپڑے۔③

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

> ”جب میری شادی سیدنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے ہوئی تو ہمارے پاس صرف مینڈھے کی ایک کھال تھی جسے ہم رات کو بستر کے طور پر استعمال کرتے تھے اور دن کو ہم اسے رکھ چھوڑتے تھے، ہمارے پاس کوئی خادم بھی نہ تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی میرے ساتھ شادی کی تو

---

① السنن الکبریٰ للنسائی، الخصائص، باب ذکر ما خص...... الخ:٥/١٤٣، (٨٥٠٨)۔ ابن حبان (٦٩٤٨) صحیح

② مجمع الزوائد الهیثمی(١٥٢٠٨)

③ مجمع الزوائد (١٥٠٣٠)

اس کے ہمراہ ایک چادر ایک تکیہ جس میں روئی بھری ہوئی تھی۔ ایک چکی، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے میرے گھر بھیجے۔ چکی چلانے سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے ہاتھ پر نشان پڑ گیا تھا۔ مشکیزے سے اس نے پانی ڈھویا جس سے اس کے گلے پر نشان پڑ گیا تھا، اس نے گھر استوار کیا جس سے اسکے کپڑے غبار آلود ہو گئے۔ ہنڈیا تلے وہ آگ جلاتی جس سے اسکے کپڑے میلے ہو جاتے۔"①

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں:

"جب سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا شادی کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچی تو اس گھر میں ریت بچھی دکھائی دے رہی تھی۔ ایک تکیہ جس میں روئی بھری ہوئی تھی، ایک مٹکا اور ایک کوزہ پڑا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا کہ میں آ رہا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لائے تو فرمایا: "بھائی کہاں ہے؟" اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ ام ایمن حبشیہ رضی اللہ عنہا وہاں موجود تھیں، انہوں نے کہا: "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ آپ کا بھائی ہے؟ جبکہ آپ کی بیٹی اس کی بیوی ہے۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان مواخات کا نظام قائم کر رکھا تھا اور اپنے آپ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بھائی قرار دیا تھا، فرمایا: "اے ام ایمن ایسا ہو سکتا ہے۔"

سیدا اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ:

"پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن منگوایا جس میں پانی تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کچھ پڑھ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے سینے اور چہرے پر پانی ملا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو بلایا۔ وہ چادر میں لپٹی شرماتی اور لڑکھڑاتی ہوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان پر بھی پانی کے چھینٹے مارے، پھر ارشاد فرمایا: "بیٹا مجھے خاندان میں جس کے ساتھ سب سے زیادہ پیار تھا، میں نے

---

① أحكام النساء، لابن الجوزي (١٢٤)

تیری شادی اس کے ساتھ کی ہے۔''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پردے کے پیچھے سایہ دیکھا اور پوچھا:

''یہ کون ہے؟''

اس نے کہا: ''اسماء''

آپ نے فرمایا: ''اسماء بنت عمیس؟''

اس نے کہا: ہاں، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کیا تم اللہ کے رسول کی عزت واحترام کی خاطر اس کی بیٹی کے پاس آئی ہو؟''

اس نے کہا:

''ہاں! یارسول اللہ جب کوئی دوشیزہ شادی کے بعد اپنے خاوند کے گھر جاتی ہے تو اس کے ساتھ کوئی قریبی خاتون ہونی چاہیے، تاکہ اگر نوبیاہتا کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو وہ اس اپنی قریبی خاتون سے کہہ سکتی ہے۔''

اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے دعا کی اور وہ دعا میرے لیے سرمایہ حیات ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اچھا دونوں میاں بیوی خوش رہو، آباد رہو، دلشاد ہو، پھر آپ گھر سے باہر نکل گئے اور مسلسل دونوں کیلئے دعائیں کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ اپنے حجروں تک پہنچ گئے۔''①

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لاڈلی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو زیادہ دیر تک اپنے سے دور نہ رکھ سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ ارادہ کرلیا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا گھر بدل کر اسے اپنے پڑوس میں لے آئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے گھر تھے، وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے:

''مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا گھر بدل کر اسے اپنے

---

① مجمع الزوائد للهيثمي(١٥٢١٦)

پڑوس میں لانا چاہتے ہیں، میرے گھر بنونجار کے گھروں میں سب سے زیادہ آپ کے قریب ہیں، میں اور میرا مال اللہ اور اسکے رسول کا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ جو میرا مال قبول کر لیتے ہیں وہ مجھے زیادہ پیارا ہوتا ہے اس مال سے جسے آپ چھوڑ دیتے ہیں۔“

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”آپ نے سچ کہا، اللہ تجھے برکت سے نوازے۔“

پھر رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو اپنے پڑوس میں سیدنا حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے گھر میں رہائش مہیا کر دی۔“①

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جبریل ہر سال میرے ساتھ قرآن کا ایک بار دور کرتے تھے اس بار دو بار کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میری رحلت کا وقت قریب آ گیا ہے اور تو میری اہل بیت میں سے سب پہلے مجھے ملے گی کہتی کہ میں رو پڑی پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَمَا تَرْضَيْنَ أَنْ تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، أَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ فَضَحِكْتُ لِذَلِكَ))②

”کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو جنتی عورتوں یا مومنہ عورتوں کی سردار ہو تو وہ ہنسنے لگیں۔“

سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّي فَمَنْ اَغْضَبَهَا اَغْضَبَنِي))③

”فاطمہ میرے جسم کا ایک حصہ ہے جو اس کو ناراض کرے گا وہ مجھ کو ناراض کرے گا۔“

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ کے ساتھ مغرب کی

---

① صور من حياة الصحابيات (ص:٤٠)

② بخاري، المناقب، باب علامات النبوة في الإسلام (٣٦٢٤)

③ صحيح بخاري (٣٧١٤) واللفظ له، صحيح مسلم (٢٤٤٩)

نماز پڑھی، پھر آپ عشاء تک (نفل) نماز پڑھتے رہے، پھر جب فارغ ہو کر چلے تو میں بھی آپکے پیچھے چلا، آپ نے میری آواز سن کر فرمایا: یہ کون ہے؟ حذیفہ ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”تجھے کیا ضرورت ہے؟ اللہ تجھے اور تیری ماں کو بخش دے۔ (پھر) آپ ﷺ نے فرمایا:

> ”یہ فرشتہ اس رات سے پہلے زمین پر کبھی نہیں اترا۔ اس نے اپنے رب سے مجھے سلام کہنے کی اجازت مانگی اور یہ (فرشتہ) مجھے خوشخبری دیتا ہے کہ فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور حسن وحسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔“ ①

عائشہ بنت طلحہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں:

> مَارَأَيْتُ اَحَدًا كَانَ اَشْبَهَ كَلَامًا وَحَدِيْثًا بِرَسُوْلِ اللّٰهِ مِنْ فَاطِمَةَ وَ كَانَتْ اِذَا دَخَلَتْ عَلَيْهِ قَامَ اِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا وَرَحَّبَ بِهَا وَكَذَالِكَ كَانَتْ هِيَ تَصْنَعُ.

> ”میں نے فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کلام اور گفتگو میں رسول اللہ ﷺ کے مشابہ کسی کو نہیں دیکھا، جب فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس جاتی تو آپ اس کی جانب کھڑے ہوتے، اسے بوسہ دیتے اور خوش آمدید کہتے اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ایسے ہی اپنے ابا جان کا استقبال کیا کرتی تھی۔“ ②

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں تین بیٹے: حسن وحسین اور محسن رضی اللہ عنہم (محسن بچپن میں انتقال کر گئے تھے) اور تین بیٹیاں: زینب' ام کلثوم اور رقیہ رضی اللہ عنہن۔ زینب کی شادی عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور ام کلثوم کی شادی عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور رقیہ بچپن میں فوت ہو گئیں تھیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَأَنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَيْنَ سَيِّدَا شَبَابِ أَهْلِ الْجَنَّةِ))

---

① سنن الترمذی (٣٧٨١) وسندہ حسن و ابن خزیمۃ (١١٩٤)

② ابوداؤد (٥٢١٧) ترمذی (٢٧٧١) مستدرک حاکم (٣/١٥٤) صحیح

''اور حسن و حسین رضی اللہ عنہما جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔''①

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے تو آپ کے ساتھ حضرت حسنین رضی اللہ عنہما بھی تھے ایک کندھے پر ایک اور دوسرے کندھے پر دوسرے تھے۔

وَهُوَ يَلْثِمُ هَذَا مَرَّةً، وَيَلْثِمُ هَذَا مَرَّةً، حَتَّى انْتَهَى إِلَيْنَا فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنَّكَ تُحِبُّهُمَا، فَقَالَ ((مَنْ أَحَبَّهُمَا فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَبْغَضَهُمَا فَقَدْ أَبْغَضَنِي))②

''نبی کریم ﷺ کبھی ایک کو بوسہ دیتے اور کبھی دوسرے کو اسی طرح چلتے ہوئے نبی کریم ﷺ ہمارے قریب آ گئے ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ان دونوں سے بڑی محبت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو ان دونوں سے محبت کرتا ہے گویا وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے وہ مجھ سے بغض رکھتا ہے۔''

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں اپنی کسی ضرورت کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ (اپنے گھر کے اندر سے) اس حال میں باہر تشریف لائے کہ کسی چیز کو اپنے ساتھ لپیٹے ہوئے تھے اور میں نہیں جانتا تھا کہ وہ کیا چیز تھی پھر جب میں اپنی ضرورت عرض کر چکا تو پوچھا:

مَا هَذَا الَّذِي أَنْتَ مُشْتَمِلٌ عَلَيْهِ؟ فَكَشَفَهُ فَإِذَا حَسَنٌ وَحُسَيْنٌ عَلَى وَرِكَيْهِ، فَقَالَ: ((هَذَانِ ابْنَايَ وَابْنَا ابْنَتِي، اللّٰهُمَّ إِنِّي أُحِبُّهُمَا فَأَحِبَّهُمَا وَأَحِبَّ مَنْ يُحِبُّهُمَا))③

---

① ترمذی، المناقب (٣٧٨١) صحیح

② مسند احمد(٩٦٧٣)صحیح، و الحاکم(٤٧٧٧)

③ ترمذی ، المناقب، باب مناقب أبی محمد الحسن بن علی بن أبی طالب والحسین بن علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہما (٣٧٦٩)حسن

”یہ کیا چیز آپ ﷺ نے لپیٹ رکھی ہے آپ ﷺ نے اس چیز کو کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ حسن و حسین ہیں جو آپ ﷺ کی دونوں پہلوؤں میں تھے (یعنی آپ ﷺ نے ان دونوں کو گود میں لے کر چادر سے لپیٹ رکھا تھا) اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا دونوں میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں اے اللہ! میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں، تو بھی ان کو محبوب بنا لے اور ہر اس شخص کو محبوب بنا لے جو ان دونوں سے محبت کرے۔“

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ صبح کے وقت اس حال میں نکلے کہ آپ ﷺ اپنے اوپر ایک ایسی چادر اوڑھے ہوئے تھے کہ جس پر کجاووں یا ہانڈیوں کے نقش سیاہ بالوں سے بنے ہوئے تھے:

فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ قَالَ ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾

”اسی دوران میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آ گئے تو آپ ﷺ نے ان کو اپنی اس چادر کے اندر کر لیا پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی آ گئے تو آپ ﷺ نے ان کو بھی اپنی چادر کے اندر کر لیا پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو آپ ﷺ نے ان کو بھی اپنی چادر میں کر لیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کو بھی اپنی چادر میں کر لیا پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ الأحزاب (۳۳)۔“①

---

① مسلم، فضائل الصحابة رضي الله تعالى عنهم، باب فضائل أهل بيت النبي صلى الله عليه وسلم (٢٤٢٤)

ایک دفعہ حضرت عمر ؓ نے صحابہ کرام ؓ کے بیٹوں میں کپڑے تقسیم کیے ان میں ایسے کپڑے نہ تھے جو سیدین حسنین شریفین کے لائق ہوں چنانچہ حضرت عمر ؓ نے یمن قاصد بھیجا وہاں سے کپڑے منگوائے گئے اور سیدین کو پہنائے گئے تو اس وقت حضرت عمر ؓ فرمانے لگے:

((الآنَ طَابَتْ نَفْسِي)) ①

"اب میرا دل خوش ہوا ہے"

حضرت سعید بن راشد سے مروی ہے کہ یعلی بن مرۃ ؓ نے ان سے بیان کیا کہ وہ لوگ نبی ﷺ کے ساتھ ایک دعوت طعام کے لئے نکلے۔ حسین ؓ گلی میں کھیل رہے تھے، نبی ﷺ لوگوں سے آگے بڑھے اور اپنے ہاتھ پھیلا دیئے (حضرت حسین ؓ) ادھر ادھر بھاگنے لگے، نبی ﷺ ان کو ہنساتے رہے یہاں تک کہ ان کو پکڑ لیا آپ ﷺ نے ایک ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا سر کے اوپر رکھا، بوسہ لیا اور فرمایا:

((حُسَيْنٌ مِنِّي، وَ أَنَا مِنْ حُسَيْنٍ أَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ أَحَبَّ حُسَيْنًا حُسَيْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْأَسْبَاطِ))

"حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں، اللہ اس سے محبت رکھتا ہے جو حسین سے محبت رکھتا ہے۔ حسین نواسوں میں سے ایک نواسہ ہے (یعنی حسین میری اولاد سے ہیں اور میں ان کے آباء سے ہوں۔)" ②

سیدہ فاطمہ الزہراء ؓ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے چھ ماہ بعد وفات پا گئیں

علامہ ذہبی ؒ لکھتے ہیں، کہ سیدہ فاطمہ الزہراء ؓ نے بروز منگل ۳ رمضان المبارک ۱۱ ہجری کو وفات پائی اس وقت ان کی عمر ستائیس سال تھی۔ ③

---

① سیر اعلام النبلاء (٤/٣٥١) ② ابن ماجة، افتتاح الكتاب فی الإیمان وفضائل الصحابة والعلم فضل الحسن والحسین ابنی علی بن أبی طالب رضی الله عنهم (١٤٤) حسن ③ سیر أعلام النبلاء (٢/١٢٢،١٢١)

معاشرے میں یہ بات عام ہے کہ عورت کی وفات کے بعد اس کا شوہر اس کو نہ چھو سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے کیوں کہ فوتگی کے ساتھ ہی ان کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے جب کہ یہ ساری باتیں خود ساختہ ہیں شریعت میں اس طرح کا کوئی بھی تصور اور پابندی نہیں۔

بلکہ اسلام نے تو بیوی کی وفات پر سب سے زیادہ غسل دینے کا مستحق اس کے میاں یعنی شوہر کو سمجھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے کہ:

أَحَقُّ النَّاسِ بِغُسْلِ الْمَرْأَةِ وَالصَّلاَةِ عَلَيْهَا زَوْجُهَا①

”عورت کو غسل دینے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا لوگوں میں سب سے زیادہ مستحق اس کا شوہر ہے۔“

نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرمایا تھا:

لَوْ مُتِّ قَبْلِيْ لَغَسَّلْتُكِ ②

”اگر تو مجھ سے پہلے فوت ہوگئی تو میں تمہیں غسل دوں گا۔“

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے وصیت کی تھی کہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل دیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہی انہیں غسل دیا تھا۔③

ایک روایت میں ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے غسل کی وصیت کی تھی کہ مجھے اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ غسل دیں۔④

علاوہ ازیں اگر بیوی مسنون غسل جانتی ہے تو وہ بھی اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے یہاں ہمارا مقصود رخصت ہے فرض نہیں اگر کوئی اور غسل دے دے تو بھی درست ہے لیکن وہ صاحب علم وتقویٰ ہو تو بہتر ہے۔

---

① مصنف عبدالرزاق (٦١٦٤)

② سنن ابن ماجة، الجنائز، باب ما جاء فی غسل الرجل المرأة وصحیح ابن ماجة (١١٩٧) والدارمی (١/٣٧) حسن

③ دار قطنی (٢/٧٩) والبیهقی (٣/٣٩٦) حسن

④ سنن دار قطنی (٢/٧٩)

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں انہوں نے اپنے شوہر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وفات کے بعد غسل دیا۔ ①

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَّلَهٗ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم نِسَائُهٗ ②

’’اگر مجھے اپنے اس معاملے کا پہلے علم ہو جاتا کہ جس کا مجھے تاخیر سے علم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہی غسل دیتیں۔‘‘

---

① مؤطا امام مالك، الجنائز، باب غسل الميت۔

② سنن أبی داؤد، الجنائز، باب فی ستر الميت عند غسله (٣١٤١) صحيح

سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا

والدہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

آپ کا نام رمیصاء یا غمیصاء ہے۔ والد کا نام ملحان ہے۔ یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ بہت بڑی عالمہ، فاضلہ خاتون تھیں۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''مجھے جنت دکھلائی گئی، میں نے وہاں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو دیکھا، پھر اپنے سامنے جوتی کی آہٹ سنی تو وہ بلال تھے۔''①

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے جنت میں داخل ہوا تو میں نے آہٹ سنی، میں نے پوچھا: ''یہ کون ہے؟''
فرشتوں نے کہا: ''یہ انس بن مالک کی والدہ غمصیاء بنت ملحان (ام سلیم) ہے۔''②

یہ پہلے مالک بن نضر کی زوجیت میں تھیں، یہ مسلمان ہوئیں تو انہوں نے اپنے خاوند کے سامنے اسلام پیش کیا۔ مگر یہ ناراض ہوکر شام کی طرف بھاگا اور وہاں فوت ہوگیا۔ مالک بن نضر کی وفات کے بعد انہوں نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا۔

لوگ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور انکی والدہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بارے میں بڑی عمدہ اور حیرت انگیز باتیں بیان کیا کرتے تھے۔ ابوطلحہ یہ باتیں بڑے غور سے سنا کرتا تھا۔ جب اس کا دل محبت سے لبریز ہوگیا تو اس نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو بھاری مہر کے عوض شادی کی پیشکش کردی۔ لیکن جب ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بڑے ہی باوقار انداز میں اسکی پیشکش کو مسترد کردیا تو وہ انگشت بدنداں رہ گیا۔ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا:

---

① مسلم(۲٤٥٧)ومسند امام احمد(۱٥۰۰۲) ② مسند أبو یعلیٰ(۲۰٦۳)

> "میرے لیے یہ مناسب نہیں کہ میں کسی مشرک سے شادی کروں، ابوطلحہ! کیا آپ جانتے نہیں کہ آپکے خداؤں کو فلاں خاندان کے لوگ اپنے ہاتھوں سے تراشتے ہیں، جب تمہیں آگ کی ضرورت پڑتی ہے تو انھیں جلا کر کام چلایا جاتا ہے۔"①

ابوطلحہ کو یہ جواب سن کر اپنی طبیعت میں بڑی تنگی محسوس ہوئی۔ جو وہ دیکھ رہا تھا یا سن رہا تھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ لیکن اس کے دل نے اسے مجبور کیا اور اس نے دوسرے دن زیادہ مہر کی پیشکش کر دی۔ اس کے دل میں یہ تھا کہ شاید بھاری بھرکم مہر کا سن کر ام سلیم رضی اللہ عنہا کا دل نرم ہو جائے اور وہ میری پیش کش کو قبول کر لے گی۔

لیکن دین کی داعیہ، دانشمند اور ذہین وفطین سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا بچشم خود دیکھ رہی تھی کہ دنیا اپنے جاہ وجلال، مال ودولت اور بھرپور جوبن کے ساتھ اس کے سامنے رقص کناں ہے، وہ یہ محسوس کر رہی تھی کہ اسلام کی محبت اس کے دل میں دنیا کی ہر نعمت سے زیادہ ہے۔ اس نے بڑے ادب اور متانت سے کہا:

> "اے ابوطلحہ! آپ جیسے مرد کو مسترد تو نہیں کیا جاتا، لیکن آپ ایک کافر شخص ہیں اور میں مسلمان عورت ہوں، میرے لیے یہ درست نہیں کہ میں آپ کے ساتھ شادی کروں۔ اس نے کہا: آپ کا دنیاوی کیا مطالبہ ہے؟ اس نے کہا: "میرا کوئی دنیاوی مطالبہ نہیں۔" ابوطلحہ نے کہا: زرد مال چاہیے یا سفید یعنی سونا یا چاندی؟ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: نہ زرد مال چاہتی ہوں اور نہ سفید، میں تجھ سے صرف اسلام چاہتی ہوں۔ ابوطلحہ نے کہا کہ اگر میں اسلام قبول کرلوں تو میرے لیے پھر ضامن کون ہوگا؟ اس نے کہا: رسول اللہ ﷺ ضامن ہوں گے۔ وہ نبی کریم ﷺ کی طرف چل پڑا۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بیٹھے ہوئے تھے، جب آپ نے اسے دیکھا تو فرمایا:

---

① طبقات ابن سعد (۸/۳۱۳)

تمہارے پاس ابوطلحہ آ رہا ہے اس کی آنکھوں میں اسلام کی چمک دکھائی دے رہی ہے۔ وہ آیا اور اس نے نبی کریم ﷺ کو ام سلیم رضی اللہ عنہا کی بات کی اطلاع دی، تو آپ نے اسلام قبول کرنے کی شرط پر نکاح پڑھا دیا۔‘‘

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ام سلیم نے کہا:

’’اے ابوطلحہ! آپ جیسے مرد کو مسترد تو نہیں کیا جاتا، لیکن آپ ایک کافر مرد ہیں اور میں مسلمان عورت ہوں، میرے لیے یہ جائز نہیں کہ میں آپ کے ساتھ شادی کروں، ہاں اگر آپ اسلام قبول کر لیتے ہیں تو یہ میرا مہر ہوگا۔ میں آپ سے اسلام کے علاوہ کسی چیز کا مطالبہ نہیں کروں گی۔‘‘①

ان کلمات نے ابوطلحہ کو اندر سے ہلا کر رکھ دیا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اس کے دل پر گرفت مضبوط کر لی۔ وہ کوئی دنیادار خاتون نہ تھی کہ دنیاوی چکا چوند کے سامنے بہہ جاتی۔ وہ ایک دانش مند خاتون تھی کہ جو اپنے وجود کو اچھی طرح سمجھتی تھی۔ بھلا اس سے بہتر اسے کوئی خاتون میسر آ سکتی ہے جو اس کی بیوی بنے اور اس کی اولاد کی ماں بنے؟ یہ خیال آتے ہی اس کی زبان پر یہ الفاظ آ گئے: اے ام سلیم! جیسی تم ویسا میں، اور انہوں نے بے ساختہ کہہ دیا:

أَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدَ ارَّسُوْلُ اللّٰهُ.

’’میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔‘‘

ابوطلحہ کی زبان سے کلمہ شہادت سن کر ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے انس رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور بڑی خوشی سے کہنے لگی: اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعے ابوطلحہ کو ہدایت دے دی ہے۔ انس! اٹھو اور اس کے ساتھ میری شادی کا اہتمام کرو۔ یوں اس کا حق مہر ابوطلحہ کا اسلام قبول کرنا قرار پایا۔ حدیث کے راوی ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

وَمَا سَمِعْتُ بِامْرَأَةٍ قَطُّ كَانَتْ أَكْرَمُ مَهْرًا مِنْ أُمِّ سُلَيْمٍ

---

① سنن النسائی (۳۳۴۱) و حلیۃ الأولیاء (۲/ ۶۰، ۵۹)

الاِسْلَامُ ①

”میں نے ام سلیم ؓ سے بڑھ کر کسی کا حق مہر زیادہ باعزت نہیں دیکھا، اس کا حق مہر اسلام تھا۔“

سیدنا ابو ہریرہ ؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا، اس نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! مجھے بھوک لگی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیویوں کی طرف پیغام رساں کو کھانے کیلئے بھیجا، اسے ان کے ہاں سے کچھ نہ ملا۔ آپ نے اعلان کیا کہ کوئی آج رات اس شخص کو اپنا مہمان بنانے کیلئے تیار ہے؟ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا۔ تو ایک انصاری کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! میں اس خدمت کیلئے تیار ہوں۔ وہ اسے اپنے گھر لے گیا اور اپنی بیوی سے کہا: یہ رسول اللہ ﷺ کا مہمان ہے، اس سے کوئی چیز بچا کر نہیں رکھنی۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! بچوں کے کھانے کے علاوہ تو کچھ نہیں۔ اس نے کہا کہ جب بچوں کے کھانے کا وقت آئے تو انھیں بغیر کھانا کھلائے سلا دینا اور دیا بجھا دینا، آج رات ہم خود بھی کچھ نہیں کھائیں گے۔ اس خاتون نے ایسے ہی کیا۔ صبح کے وقت وہ شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فلاں شخص اور فلاں عورت کے رات کے کارنامے کو پسند کیا یا آپ نے یہ فرمایا کہ اللہ ان کا کارنامہ دیکھ کر ہنس پڑے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر دی:

﴿وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ ②

”یہ اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں خواہ اپنی جگہ خود محتاج ہوں۔“

سیدنا ابو طلحہ ؓ اور سیدہ ام سلیم ؓ کا گھر بڑا ہی بابرکت تھا۔ آیئے! اب ہم دیکھتے ہیں کہ برکت اس گھر کے در و دیوار میں کس طرح آئی۔

ابو طلحہ ؓ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں داخل ہوا تو رسول

---

① السنن النسائی (۳۳۴۱) اسنادہ صحیح

② الحشر (۹) بخاری، التفسیر (۴۸۸۹) وفتح الباری (۷/۱۵۰)

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر بھوک کے آثار دیکھے۔ میں وہاں سے نکلا اور سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس آیا۔ میں نے کہا: ام سلیم (رضی اللہ عنہا)! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر بھوک کے آثار دیکھے ہیں، کیا تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ اس نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ معمولی سا کھانا ہے۔ میں نے کہا: تیار کرو، تھوڑا ہے تو کوئی بات نہیں۔ میں نے انس رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجا اور اس سے کہا کہ دیکھنا! رازدانہ انداز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دعوت دینا۔ جب انس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ کر رازدانہ انداز آپ کو دعوت دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا: سنو! یہ انس خیر و برکت کا پیغام لے کر آیا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند سب کے سامنے مجھ سے فرمایا: بیٹے! کیا تجھے تیرے باپ نے ہمیں بلانے کیلئے بھیجا ہے؟ اور ساتھ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

''اللہ کا نام لے کر سب چلو۔''

یہ صورت حال دیکھ کر سیدنا انس رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور اسے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب لوگوں کے ہمراہ تشریف لا رہے ہیں۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر گھر سے باہر نکلا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کے چہرے پر بھوک کے آثار دیکھے، ہمارے پاس تو تھوڑا سا کھانا ہے جو صرف آپ کیلئے تیار کیا گیا ہے۔ تھوڑا سا کھانا اور اتنے زیادہ لوگ! اب کیا بنے گا؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اندر جائیں اور خوش رہیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ۔''

ہم نے چند روٹیاں پیش کر دیں جو آپ نے پکڑ کر ایک پلیٹ میں ٹکڑے کر کے رکھ لیں۔ پھر ام سلیم رضی اللہ عنہا نے گھی والے مشکیزے کو نچوڑ کر گھی نکالا اور بطور سالن پیش کیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جو اللہ نے چاہا وہ دعا کی، پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”دس دس افراد کو اندر بھیجتے جائیں۔“

اس طرح تمام لوگوں نے خوب جی بھر کر کھایا اور کھانا پھر بھی بچ گیا، رسول اللہ ﷺ نے بچے ہوئے کھانے کے بارے میں فرمایا:

”اب تم اور تمہارے گھر والے کھاؤ۔“ تو سب نے جی بھر کر کھایا۔“ ①

جب حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفی ﷺ مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہو گئے، تو سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اپنے پیارے بیٹے انس رضی اللہ عنہ کو لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے پیارے بیٹے انس کو آپ کی خدمت میں لے کر آئی ہوں، یہ آپکی خدمت کرے گا، اسے قبول کر لیجیے اور اس کیلئے دعا کیجیے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس کیلئے یہ دعا کی:

((اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ)) ②

”الٰہی اسے زیادہ مال اور زیادہ اولاد عطا کر۔“

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اللہ کی قسم! مجھے مال بھی بہت زیادہ ملا اور آج میرے بچے سو سے بھی زیادہ ہیں۔“

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میری امی جان سیدہ ام سلیم (رضی اللہ عنہا) کے پاس تشریف لائے، اس نے آپ کی خدمت میں کھجور اور گھی پیش کیا۔ آپ نے فرمایا: کھجور اور گھی کو برتن میں رکھ دو، میرا روزہ ہے۔ پھر آپ گھر کے ایک کونے میں

---

① مجمع الزوائد الهيثمي(١٤١١٩)

② صحيح مسلم(١٤٣)(٢٤٨١)

کھڑے ہوئے اور آپ نے ہمیں نفلی نماز پڑھائی۔ آپ نے سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا اور اس کے گھر والوں کیلئے دعا کی۔ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میری ایک خاص چیز ہے۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ''وہ کیا ہے؟''

اس نے کہا: آپ کا خادم میرا بیٹا انس (رضی اللہ عنہ)! تو رسول اللہ ﷺ نے دنیا و آخرت کی ہر بھلائی میرے لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے مانگی، پھر آپ نے یہ دعا کی:

((اَللّٰھُمَّ ارْزُقْهُ مَالًا وَّ وَلَدًا وَّبَارِكْ لَهٗ فِيْهِ)) ①

''الٰہی! اسے مال اور اولاد عطا کر اور اس کیلئے مال و اولاد میں برکت دے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب انصار سے زیادہ میرے پاس مال تھا۔ میری بیٹی امینہ نے بتایا کہ حجاج کی آمد تک بصرہ میں میری نسل میں سے ایک سو انتیس افراد دفن کیے گئے تھے۔

سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کی پوری کوشش ہوتی کہ اس کا بیٹا وہی کام کرے جس سے نبی کریم ﷺ خوش ہوں اور جو کام آپ ﷺ کی ناراضگی کا باعث بنے اس سے دور رہے۔ سیدنا ثابت رضی اللہ عنہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا، نبی کریم ﷺ نے ہمیں سلام کہا اور مجھے ایک کام کیلئے بھیجا۔ میں اپنی والدہ کے پاس تاخیر سے پہنچا تو اس نے مجھ سے پوچھا: ''آج اتنی تاخیر کیوں ہوئی؟'' میں نے کہا: ''مجھے رسول اللہ ﷺ نے کسی کام پر بھیجا تھا اس لیے تاخیر ہوگئی۔'' میری امی نے پوچھا: ''کیا کام تھا؟'' میں نے کہا: ''امی جان یہ ایک راز کی بات ہے۔''

میری والدہ نے مجھ سے کہا: ''بیٹا! رسول اللہ ﷺ کا راز کسی کو نہ بتانا''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''اے ثابت! اگر میں نے کسی کو رسول اللہ ﷺ کا راز بتانا ہوتا تو تجھے بتاتا'' ②

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ:

---

① صحیح بخاری، الصوم (١٩٨٢) ② صحیح مسلم (١٤٥)(٢٤٨٢)

اَن النَّبِيَّ ﷺ يَدْخُلُ بَيْتَ أُمِّ سُلَيْمٍ فَيَنَامُ عَلَى فِرَاشِهَا، وَلَيْسَتْ فِيهِ، قَالَ: فَجَاءَ ذَاتَ يَوْمٍ فَنَامَ عَلَى فِرَاشِهَا، فَأُتِيَتْ فَقِيلَ لَهَا: هَذَا النَّبِيُّ ﷺ نَامَ فِي بَيْتِكِ عَلَى فِرَاشِكِ قَالَ فَجَاءَتْ وَقَدْ عَرِقَ، وَاسْتَنْقَعَ عَرَقُهُ عَلَى قِطْعَةِ أَدِيمٍ عَلَى الْفِرَاشِ فَفَتَحَتْ عَتِيدَتَهَا فَجَعَلَتْ تُنَشِّفُ ذَلِكَ الْعَرَقَ فَتَعْصِرُهُ فِي قَوَارِيرِهَا فَفَزِعَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ: ((مَا تَصْنَعِينَ؟ يَا أُمَّ سُلَيْمٍ)) فَقَالَتْ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ نَرْجُو بَرَكَتَهُ لِصِبْيَانِنَا قَالَ: أَصَبْتِ.①

’’نبی کریم ﷺ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر میں تشریف لاتے اور بستر پر سو جاتے۔ ایک دن آپ تشریف لائے اور بستر پر سو گئے۔ امی جان وہاں نہیں تھیں، انھیں بتایا گیا کہ نبی کریم ﷺ آپ کے بستر پر سوئے ہوئے ہیں۔ وہ آئیں، دیکھا کہ آپ کا پسینہ بہہ کر بستر پر پڑے چمڑے پر جمع ہو رہا ہے۔ آپ کا پسینہ شیشی میں ڈالنا شروع کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی آنکھ کھلی تو نبی کریم ﷺ نے گھبرا کر پوچھا: ام سلیم! آپ یہ کیا کر رہی ہیں؟ انہوں نے کہا: ’’یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس سے اپنے بچوں کیلئے برکت کی امید رکھتے ہیں۔‘‘ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’آپ درست کہتی ہیں۔‘‘

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم ﷺ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لائے۔ گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا، آپ نے کھڑے ہو کر اس کو منہ لگا کر پانی پیا امی جان نے مشکیزے کا وہ حصہ کاٹ کر اپنے پاس محفوظ کر لیا۔②

---

① مسلم، الفضائل، باب طيب عرق النبي والتبرك به (٨٤)(٢٣٣١)

② طبقات ابن سعد (٨/٤٢٨)

غزوہ حنین میں تو سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے غزوہ حنین کے موقع پر ایک خنجر پکڑ لیا، ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس خنجر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا: ''یہ خنجر کس لیے؟'' انہوں نے کہا: ''میرے سامنے اگر کوئی مشرک آیا تو میں اس خنجر سے اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے۔ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے پوچھا: ''یارسول اللہ ﷺ! جو لوگ فتح مکہ کے دن نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اگر وہ آپ سے آج پہلوتہی اختیار کرتے ہوئے نظر آئیں تو کیا میں انہیں قتل کردوں؟ آپ نے فرمایا: ''اے ام سلیم رضی اللہ عنہا رہنے دیں، اللہ کافی اور بہتر ہے'' ①

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کی دس سال خدمت کی اپنی خدمتِ نبوی کا ایک واقعہ کچھ اس طرح سناتے ہے کہ ایک بار ایسا ہوا کہ آپ ﷺ دولہا تھے آپ ﷺ نے زنیب رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا تھا تو اُم سلیم (میری والدہ) مجھ سے کہنے لگیں اس وقت ہم آپ ﷺ کے پاس تحفہ بھیجیں تو اچھا ہے۔

میں نے کہا مناسب ہے۔ انہوں نے کھجور، گھی اور پنیر ملا کر ایک ہنڈیا میں حلوہ بنایا اور میرے ہاتھ میں دے کر آپ ﷺ کے پاس بھجوایا۔ میں لے کر آپ ﷺ کی طرف چل پڑا، جب میں پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رکھ دو اور جا کر فلاں فلاں لوگوں کو بلاؤ، آپ ﷺ نے انکا نام لیا اور جو بھی تمہیں راستے میں ملے اسے بھی بلا لانا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کے حکم کے مطابق لوگوں کو دعوت دینے گیا۔ جب لوٹ کر آیا تو دیکھتا ہوں کہ سارا گھر لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اس حلوے پر رکھے اور جو اللہ کو منظور تھا وہ زبان سے کہا (یعنی برکت کی دعا فرمائی) پھر دس دس آدمیوں کو کھانے کیلئے بلانا شروع کیا۔ آپ ﷺ ان سے فرماتے جاتے تھے کہ (بسم اللہ) اللہ کا نام لو اور ہر ایک آدمی اپنے آگے سے کھائے

---

① مسلم(١٣٤)(١٨٠٩)وطبقات ابن سعد(٨/٣١١)

حتی کہ سب لوگ کھا کر گھروں کو چل دیئے۔ ①

ام سلیم رضی اللہ عنہا اکثر خواتین کے مسائل آکر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کرتیں تھی جیسا کہ حدیث میں آتا ہے، ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا، تو کیا اگر عورت کو احتلام ہو تو اس پر بھی غسل ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں بشرطیکہ وہ تری دیکھ لے، ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس بات پر ہنسی آگئی اور فرمانے لگیں، کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا، (اگر ایسا نہیں ہے) تو پھر بچے میں (ماں کی) مشابہت کہاں سے آتی ہے۔ ②

---

① صحیح بخاری، النکاح، باب لهدیة العروس (٥١٦٣)

② صحیح بخاری، بدء الخلق (٣٣٢٨)

سیدنا سمیہ بنت خیاط رضی اللہ عنہا

والدہ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

عمار رضی اللہ عنہ کے والد یاسر اپنے دو بھائیوں حارث اور مالک کے ہمراہ اپنے تیسرے بھائی کو تلاش کرنے کیلئے مکہ معظمہ کی طرف نکلا جو کہ کئی سال سے گم تھا۔ وہ اسے بستی بستی تلاش کرتے ہوئے بالآخر مکہ معظمہ پہنچے، لیکن انھیں اپنے بھائی کا کہیں سراغ نہ ملا۔ دو بھائی حارث اور مالک تو واپس چلے گئے لیکن یاسر کو مکہ معظمہ بہت پسند آیا، اسکے دل میں خوشی کی لہر پیدا ہوئی اور اس نے مکہ میں ہی رہنے کا فیصلہ کرلیا وہ اس چیز سے بے خبر تھا کہ آگے چل کر تاریخ اس کیلئے کس طرح اپنے در کھولے گی۔

عربوں کی یہ عادت تھی کہ باہر سے اگر کوئی آ کر ان کے ہاں رہائش اختیار کرنا چاہتا تو اسے کسی مقامی سردار کی کفالت کا سہارا لینا پڑتا تھا، تا کہ وہ اسے لوگوں کی ایذا رسانی سے بچائے اور وہ اس جگہ اطمینان وسکون کے ساتھ زندگی بسر کر سکے۔

یاسر نے ابو حذیفہ بن مغیرہ المخذومی کی کفالت حاصل کی۔ جب ابو حذیفہ نے یاسر کی شرافت، نفاست اور دیگر اخلاقی خوبیوں کو دیکھا تو اسے اس کے ساتھ دلی محبت پیدا ہوگئی، اس نے چاہا کہ اسے اور زیادہ اپنے قریب کیا جائے تو اس نے اپنی کنیز سمیہ بنت خباط کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔ ①

جب یاسر نے سمیہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو اس سے ایک بابرکت لڑکے نے جنم لیا، جو عمار بن یاسر کے نام سے مشہور ومعروف ہوا۔

جب ان کے اسلام قبول کرنے کی خبر بنو مخزوم تک پہنچ گئی تو وہ غصے سے آگ بگولہ

---

① أصحاب الرسول از ابو عمار محمود المصری (۱/ ۵۲۴، ۵۲۳)

ہو گئے، اور وہ یاسر کے خاندان کو سخت ترین سزائیں دینے لگے۔

جب دوپہر کے وقت گرمی نقطہ عروج پر ہوتی تو بنو مخزوم انہیں پکڑ کر بطحاء مکہ کی طرف لے جاتے، انہیں لوہے کی زرہ پہناتے، پینے کیلئے انہیں پانی نہ دیتے اور انہیں جھلسا دینے والی دھوپ میں گھسیٹتے اور طرح طرح کی سخت ترین سزاؤں کا تختہ مشق بناتے۔ جب وہ تھک جاتے تو سانس لیتے۔ پھر دوسرے دن اسی طرح انہیں سزا دیتے، مکہ معظمہ میں جو اسلام قبول کرتا اس کے ساتھ یہی سلوک کیا جاتا لیکن سزاؤں کی کیفیات مختلف ہوتیں۔ ①

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ نے سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا کی تعریف اور ان کے صبر و ثبات کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا:

> كَانَتْ سُمَيَّةُ مِمَّنْ عُذِّبَتْ فِي اللّٰهِ وَصَبَرَتْ عَلَى الْأَذَى فِي ذَاتِ اللّٰهِ وَكَانَتْ فِي الْمُبَايِعَاتِ الْخَيْرَاتِ الْفَاضِلَاتِ رَحِمَهَا اللّٰهُ.
>
> ”سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا وہ خاتون تھی جسے اللہ کی راہ میں سزا دی گئی اور اس نے اللہ کی راہ میں سزا ملنے پر صبر کا دامن تھامے رکھا اور وہ بیعت کرنے والی، نیک دل، عالم و فاضل خواتین میں سے تھی۔ اللہ اس پر رحم کرے۔“

عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے کہ جنہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا سب سے پہلے اعلان کیا وہ سات ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ۔ ۲۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ ۳۔ سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ۔
۴۔ سیدہ سمیہ بنت خباط رضی اللہ عنہا۔ ۵۔ سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ۔ ۶۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ۔
۷۔ سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ۔

رسول اللہ ﷺ کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ ﷺ کے چچا کے ذریعے حفاظت کی، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسکی قوم کے ذریعے سے حفاظت کی لیکن

---

① أصحاب الرسول از ابو عمار محمود المصری (۱ر۵۲۵)

باقی سب کو مشرکین نے لوہے کی زرہیں پہنائیں اور انہیں دھوپ میں جکڑا اور انکو جس طرح چاہتے تکلیف میں مبتلا کرتے، مگر سیدنا بلال ؓ کی شان نرالی تھی۔ انہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی جان کو معمولی سمجھ رکھا تھا اور اسکی قوم نے بھی اسے معمولی تصور کر لیا تھا، بچے مکہ معظمہ کی گلیوں میں اسے گھسیٹتے پھرتے اور وہ احد احد پکارتے جاتے۔①

مشرکین سیدہ سمیہ ؓ اسکے خاوند یاسر ؓ اور اسکے بیٹے عمار ؓ کو سخت ترین سزائیں دیتے اور وہ اللہ کی راہ میں سزا کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے، جب حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفی ﷺ ان کے پاس سے گزرتے تو ارشاد فرماتے:

((اَبْشِرُوْا آلَ یَاسِرٍ فَاِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةَ))②

”آل یاسر خوش ہو جاؤ، تمہارا ٹھکانا جنت ہے۔“

مشرکین مکہ انہیں طرح طرح کی دردناک سزائیں دیا کرتے۔ چلچلاتی دھوپ میں گرم اور پتھریلی زمین پر ان تینوں کو لٹا دیا جاتا اور انہیں گھسیٹ گھسیٹ کر مارا جاتا۔ سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں اس سلسلے میں لکھا ہے:

كَانَ الْمُشْرِكُوْنَ وَعَلٰى رَاْسِهِمْ اَبُوْ جَهْلٍ يُخْرِجُوْنَهُمْ اِلَى الْاَبْطَحِ اِذَا حَمِيَتِ الرَّمْضَاءُ فَيُعَذِّبُوْنَهُمْ بِحَرِّهَا.

”مشرکین مکہ جن کے پیش پیش ابوجہل ہوتا، ان تینوں (عمار، ان کے والد یاسر اور انکی والدہ سمیہ) کو چلچلاتی دھوپ میں جب کہ شدت تپش سے زمین گرم ہو جاتی بطحائے مکہ میں نکال لیتے اور وہاں کی گرم زمین پر لٹا کر انہیں سزائیں دیا کرتے تھے۔“

جب رسول اکرم ﷺ کا گزر ان کے پاس سے ہوتا اور آپ انہیں اسلام کی خاطر یہ سخت ایذائیں برداشت کرتے ہوئے دیکھتے تو فرماتے:

---

① حلية الأولياء(١٤٩/١)وحاكم(٢٨٣/٣)

② طبقات ابن سعد(١٨٨/٣)

((صَبْرًا آلَ يَاسِرٍ، فَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةُ))①

’’آل یاسر! صبر سے کام لو، یقیناً تمہارے وعدے کی جگہ جنت ہے۔‘‘

اس دردناک عذاب کی تاب نہ لا کر حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد حضرت یاسر رضی اللہ عنہ دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے اور ابوجہل نے ان کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کو نیزہ مار کر شہید کر ڈالا۔ اسلام کی خلعت شہادت سے سرفراز ہونے کی سعادت سب سے پہلے اسی خاتون کے نصیب میں آئی۔ پھر اس کے بعد کفار مکہ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو طرح طرح کے عذاب دینا شروع کیے، چنانچہ کبھی تو انہیں گرم پتھریلی زمین پر لٹا کر، کبھی ان کے سینے پر گرم چٹان رکھ کر اور کبھی پانی میں ڈبکیاں دے کر انہیں اذیت سے دوچار کرتے اور کہتے:

لَا نَتْرُكُكَ حَتّٰى تَسُبَّ مُحَمَّدًا وَتَذْكُرَ الِهَتَنَا بِخَيْرٍ.

’’جب تک کہ تو محمد کے لیے نامناسب الفاظ نہیں کہے گا اور ہمارے معبودوں کو اچھے الفاظ سے یاد نہیں کرے گا، ہم تجھے نہیں چھوڑیں گے۔‘‘

حافظ ابن کثیر ﷺ نے ابن جریر رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ مشرکین مکہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جب سخت سے سخت سزائیں دینے لگے تو انہوں نے مشرکوں کے مطالبہ پر چند نامناسب باتیں رسول اکرم ﷺ کی شان میں کہہ دیں۔ پھر انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بات کا شکوہ کیا کہ مشرکین جب مجھے مارتے ہیں اور سخت ترین عذاب میں مبتلا کرتے ہیں تو اس وقت میں ان کے مطالبہ پر آپ کی شان اقدس میں چند نازیبا کلمات کہہ دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا:

((كَيْفَ تَجِدُ قَلْبَكَ؟))

’’اس وقت تم اپنے دل کو کیسا پاتے ہو۔؟‘‘

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

مُطْمِئِنًّا بِالْإِيْمَانِ.

---

① مستدرك حاكم (۳/۳۸۳)

”میرا دل دولت ایمان سے سرشار ہوتا ہے۔“

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فَإِنْ عَادُوْا فَعُدْ))

”اگر وہ پھر مجبور کریں تو تمہیں اجازت ہے۔“

اس وقت اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰۶﴾ ①

”جو شخص ایمان لانے کے بعد جان بوجھ کر اللہ سے کفر کرے، اس پر تو اللہ کا غضب ہے اور وہ عذاب عظیم کا مستحق ہے۔ مگر جسے مجبور کیا جائے اور اس کا دل حالت ایمان پر مطمئن ہو (تو اس پر کوئی گناہ نہیں)۔“

محمد بن کعب رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے:

كَانَ عَمَّارٌ يُعَذَّبُ حَتّٰى لَا يَدْرِيْ مَا يَقُوْلُ.

”عمار رضی اللہ عنہ کو اتنا سخت عذاب دیا جاتا کہ (وہ حواس کھو بیٹھتے اور) انہیں معلوم نہ ہوتا کہ ان کی زبان سے کیا کچھ نکل رہا ہے۔“

ابن سعد نے محمد بن کعب ہی کے حوالے سے لکھا ہے:

اَخْبَرَنِيْ مَنْ رَاٰى عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ مُتَجَرِّدًا فِيْ سَرَاوِيْلَ.

”مجھے اس آدمی نے بتایا ہے جس نے عمار رضی اللہ عنہ کو صرف پاجامہ پہنے ہوئے دیکھا۔“

اس آدمی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی پشت پر زخم کے آثار دیکھ کر پوچھا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا:

هٰذَا مَا كَانَتْ قُرَيْشٌ تُعَذِّبُنِيْ فِيْ رَمْضَاءِ مَكَّةَ.

---

① النحل(١٠٦)

”مکہ کی گرم زمین پر لٹا کر قریش مجھے جو سزائیں دیتے تھے یہ اسی کے آثار ہیں۔“

قارئین کرام! آپ کے سامنے اس سرزمین پر ظلم کا پہاڑ توڑنے والے مشرکین مکہ اوران کی بہیمانہ کاروائیوں کا شکار ہونے والے ایک ہی خاندان مظلوماں کا یہ عکس پیش کیا گیا جب کہ حقیقت اس سے کہیں زیادہ دل دہلا دینے والے واقعات سے عبارت ہے!! مردانگی و بہادری، خودداری و جوانمودی، حوصلہ مندی وروشن ضمیری اور کرامت انسانیت کا سر اس وقت شرم سے جھک جاتا ہے جب کوئی سنتا ہے کہ فرعون ہذہ الامۃ کے لقب سے ملقب ظالم و جابر بدبخت ابوجہل عمرو بن ہشام نے ایک مظلوم ومسکین، غریب ونادار اور لاچار لونڈی کو زیر ناف نیزہ مار کر صرف اس لیے موت کے گھاٹ اتار دیا کہ وہ کہتی تھی:

رَبِّیَ اللّٰہُ۔

”میرا رب اللہ ہے۔“

اگر اس امت کے فرعون نے یہ حرکت پس پردہ بھی کی ہوتی تب بھی وہ قابل سرزنش وقابل ملامت ہوتا اور انسانیت اسے بخشنے کو تیار نہ ہوتی!! پھر ایسی صورت میں اس کا جرم کس قدر قابل نفرت اور گھناؤنا ہو جاتا ہے کہ اس نے یہ سب کچھ قریش کی آنکھوں کے سامنے کیا؟!!①

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

اَوَّلُ شَهِيْدَةٍ كَانَتْ فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ اُمُّ عَمَّارٍ سُمَيَّةُ طَعَنَهَا اَبُوْجَهْلٍ بِحَرْبَةٍ فِي قُبُلِهَا②

”اسلام میں پہلی شہید خاتون سیدنا عمار رضی اللہ عنہ کی والدہ سیدہ سمیہ رضی اللہ عنہا تھی، جس کے قبل میں ابوجہل نے نیزہ مارا۔“

---

① یہ واقعہ سیرت وتاریخ کی کتابوں کے علاوہ حدیث کی متعدد کتابوں میں بھی مذکور ہے۔ دیکھئے السیرة الشامیة ٢/٤٨١۔ ومسند امام احمد، مستدرک حاکم وغیرہ۔ ② البدایة والنهایة(٣/٥٩)

سیدہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا

والدہ سیدنا معاویہ بن ابو سفیان رضی اللہ عنہ

سیدہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائیں، مکہ کے سردار ابو سفیان کی زوجہ تھیں، شروع شروع میں اپنے شوہر کے ساتھ مل کر خوب اسلام دشمنی نبھائی مگر فتح مکہ کے موقع پر اللہ نے انہیں اسلام کی نعمت سے مالا مال فرما دیا۔

قریش مکہ کی چودہ یا پندرہ خواتین احد میں شریک ہوئی جو اہل لشکر کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرنے کے لیے ساتھ ساتھ تھیں۔ ان میں ایک ہند بنت عتبہ بھی تھیں۔ ①

وحشی کی کنیت ابو دسمہ تھی دوران سفر جب وہ ہند کے پاس سے گزرتا تو یہ اسے کہتی: اے ابو دسمہ! میری روح کو تب سکون ہوگا اگر تو حمزہ کو قتل کرے گا۔ اس طرح میں آتش غضب سے اور تو غلامی کی زنجیروں سے رہائی پائے گا۔ ②

کہا جاتا ہے کہ جب قریش مکہ کا لشکر مدینہ کی طرف بڑھ رہا تھا تو ان کا گزر ابواء نامی بستی سے ہوا۔ یہاں نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وہب کی قبر تھی۔ ہند بنت عتبہ کے ذہن میں شر و فساد کی بجلیاں کوندنے لگیں۔ اس نے ابو سفیان سے کہا یہاں محمد ﷺ کی والدہ کی قبر ہے تلاش کرو اور ان کے جسد خاکی کو اپنے قبضے میں کر لو۔ اگر مسلمان جنگ میں ہمارے آدمیوں کو قیدی بنا لیں تو ان کا فدیہ درہم و دینار کی صورت میں ادا کرنے کی بجائے ہم آمنہ کا جسد خاکی دے کر ادا کریں گے اور اپنے قیدی چھڑا لیں گے۔

ابو سفیان نے یہ بات دیگر لوگوں کو بتائی تو قافلے میں دانش مند لوگوں نے اس سے

---

① المغازی للواقدی (۱/۱۲) والطبقات لابن سعد (۲/۳۷)

② السیرۃ النبویۃ لابن ہشام (۳/۶۶)

منع کر دیا اور کہا کہ اگر تم نے یہ حرکت کی تو یہ رسم بد چل نکلے گی اور کل کو دشمن ہمارے تمھارے آباؤ واجداد کی قبروں کی بے حرمتی کرے گا۔ بہتر یہی ہے کہ اس فتنے کی داغ بیل نہ ڈالو۔ اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی حرمت قائم رہی۔ ①

آیئے ہندہ اور اس کے شوہر ابوسفیان کے قبول اسلام کی داستان پڑھتے ہیں مکہ میں ابوسفیان بہت بے چین تھا، آج کچھ ہونے والا ہے (وہ بڑبڑایا) اسکی نظر آسمان کی طرف بار بار اٹھ رہی تھی۔ اسکی بیوی ''ھند'' جس نے حضرت امیر حمزہ کا کلیجہ چبایا تھا اسکی پریشانی دیکھ کر اسکے پاس آ گ تھی۔ یا بات ہے؟ کیوں پریشان ھو؟

''ہوں؟'' ابوسفیان چونکا۔ کچھ نہیں۔۔ طبیعت گھبرا رھی ھے میں ذرا گھوم کر آتا ہوں، وہ یہ کہہ کر گھر کے بیرونی دروازے سے باھر نکل گیا مکہ کی گلیوں میں سے گھومتے گھومتے وہ اسکی حد تک پہنچ گیا تھا اچانک اسکی نظر شہر سے باھر ایک وسیع میدان پر پڑی، ہزاروں مشعلیں روشن تھیں، لوگوں کی چہل پہل انکی روشنی میں نظر آ رھی تھی اور بھنبھناھٹ کی آواز تھی جیسے سینکڑوں لوگ دھیمی آواز میں کچھ پڑھ رہے ہوں اسکا دل دھک سے رہ گیا تھا ۔۔۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ قریب جا کر دیکھے گا کہ یہ کون لوگ ہیں اتنا تو وہ سمجھ ھی چکا تھا کہ مکہ کے لوگ تو غافلوں کی نیند سو رہے ھیں اور یہ لشکر یقیناً مکہ پر چڑھاء کیلیئے ھی آیا ہے وہ جاننا چاھتا تھا کہ یہ کون ہیں؟

وہ آہستہ آہستہ اوٹ لیتا اس لشکر کے کافی قریب پہنچ چکا تھا کچھ لوگوں کو اس نے پہچان لیا تھا، یہ اسکے اپنے ھی لوگ تھے جو مسلمان ھو چکے تھے اور مدینہ ہجرت کر چکے تھے اس کا دل ڈوب رھا تھا، وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ لشکر مسلمانوں کا ھے اور یقیناً محمدؐ! اپنے جانثاروں کیساتھ مکہ آ پہنچے تھے۔

وہ چھپ کر حالات کا جائزہ لے ھی رھا تھا کہ عقب سے کسی نے اسکی گردن پر تلوار

---

① سبیل الھدیٰ والرشاد (٤/٢٧٣)

رکھ دی، اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا' لشکر کے پہرے داروں نے اسے پکڑ لیا تھا' اور اب اسے '' بارگاہ محمد ﷺ میں لیجارھے تھے''

اسکا ایک ایک قدم کئی کئی من کا ھو چکا تھا' ھر قدم پر اسے اپنے کرتوت یاد آرھے تھے' جنگ بدر، احد، خندق، خیبر سب اسکی آنکھوں کے سامنے ناچ رھی تھیں' اسے یاد آرھا تھا کہ اس کیسے سرداران مکہ کو اکٹھا کیا تھا محمد کو قتل کرنے کیلئے' کیسے نجاشی کے دربار میں جا کر تقریر کی تھی کہ۔۔۔۔! یہ مسلمان ہمارے غلام اور باغی ہیں انکو ہمیں واپس دو' کیسے اسکی بیوی ھندہ نے امیر حمزہ کو اپنے غلام حبشی کے ذریعے شہید کروا کر انکا سینہ چاک کر کے انکا کلیجہ نکال کر چبایا اور ناک اور کان کاٹ کر گلے میں ھار بنا کر ڈالے تھے۔

اور اب اسے اسی محمد کے سامنے پیش کیا جارہا تھا' اسے یقین تھا کہ۔۔۔! اسکی روایات کے مطابق اُس جیسے 'دھشت گرد' کو فوراً تہہ تیغ کر دیا جائے گا۔ اُدھر بارگاہ رحمت للعالمین میں اصحاب رض جمع تھے اور صبح کے اقدامات کے بارے میں مشاورت چل رھی تھی کہ کسی نے آکر ابوسفیان کی گرفتاری کی خبر دے دی' اللہ اکبر خیمہ میں نعرہ تکبیر بلند ھوا، ابوسفیان کی گرفتاری ایک بہت بڑی خبر اور کامیابی تھی' خیمہ میں موجود عمر ابن الخطاب اٹھ کر کھڑے ہوئے اور تلوار کو میان سے نکال کر انتہاء جوش کے عالم میں بولے۔۔۔!

اس بدبخت کو قتل کر دینا چاہیے شروع سے سارے فساد کی جڑ یہی رھا ھے۔ چہرہ مبارک رحمت للعالمین پر تبسم نمودار ھوا' اور انکی دلوں میں اترتی ھوء آواز گونجی' 'بیٹھ جاؤ عمر۔۔ اسے آنے دو' عمر ابن خطاب آنکھوں میں غیض لیئے حکم رسول کی طاعت میں بیٹھ تو گئے لیکن ان کے چہرے کی سرخی بتارھی تھی کہ انکا بس چلتا تو ابوسفیان کے ٹکڑے کر ڈالتے' اتنے میں پہرے داروں نے بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ھونے کی اجازت چاہی اجازت ملنے پر ابوسفیان کو رحمت للعالمین کے سامنے اس حال میں پیش کیا گیا کہ اسکے ھاتھ اسی کے عمامے سے اسکی پشت پر بندھے ھوئے تھے' چہرے کی رنگت پیلی پڑ چکی تھی اور اسکی آنکھوں میں

موت کے سائے لہرا رہے تھے لب ہائے رسالت مآب وا ہوئے ۔۔۔ اور صحابہ نے ایک عجیب جملہ سنا' اسکے ھاتھ کھول دو اور اسکو پانی پلاؤ، بیٹھ جاؤ ابوسفیان ۔۔۔! ابوسفیان ھارے ھوئے جواری کی طرح گرنے کے انداز میں خیمہ کے فرش پر بچھے قالین پر بیٹھ گیا۔ پانی پی کر اسکو کچھ حوصلہ ھوا تو نظر اٹھا کر خیمہ میں موجود لوگوں کی طرف دیکھا عمر ابن خطاب کی آنکھیں غصہ سے سرخ تھیں' ابوبکر ابن قحافہ کی آنکھوں میں اسکے لیئے افسوس کا تاثر تھا' عثمان بن عفان ؓ کے چہرے پر عزیزداری کی ھمدردی اور افسوس کا ملا جلا تاثر تھا' علی کا چہرہ سپاٹ تھا ' اسی طرح باقی تمام اصحاب کے چہروں کو دیکھتا دیکھتا آخر اسکی نظر محمد کے چہرہ مبارک پر آ کر ٹھہر گئی' جہاں جلالت و رحمت کے خوبصورت امتزاج کیساتھ کائنات کی خوبصورت ترین مسکراہٹ تھی۔ کہو ابوسفیان ۔۔؟ کیسے آنا ہوا؟

ابوسفیان کے گلے میں جیسے آواز ہی نہیں رہی تھی' بہت ہمت کر کے بولا۔ میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں؟ عمر بن خطاب ایک بار پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔

یارسول اللہ ﷺ! یہ شخص مکاری کر رہا ہے، جان بچانے کے لیے اسلام قبول کرنا چاہتا ہے، مجھے اجازت دیجئے، میں آج اس دشمن ازلی کا خاتمہ کر ہی دوں ان کے مونہہ سے کف جاری تھا ۔۔۔! بیٹھ جاؤ عمر ۔۔۔ رسالت مآب نے نرمی سے پھر فرمایا: بولو ابوسفیان ۔۔ کیا تم واقعی اسلام قبول کرنا چاہتے ہو؟

جی ہاں یارسول اللہ۔! میں اسلام قبول کرنا چاھتا ہوں میں سمجھ گیا ہوں کہ آپؐ اور آپکا دین بھی سچا ہے اور آپ کا خدا بھی سچا ہے، اس کا وعدہ پورا ہوا۔ میں جان گیا ہوں کہ صبح مکہ کو فتح ہونے سے کوئی نہیں بچا سکے گا:

چہرہ رسالت مآب پر مسکراہٹ پھیلی' ٹھیک ہے ابوسفیان ۔۔!

تو میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور تمہاری درخواست قبول کرتا ہوں جاؤ تم آزاد ہو، صبح ہم مکہ میں داخل ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

میں تمہارے گھر کو جہاں آج تک اسلام اور ہمارے خلاف سازشیں ہوتی رہیں، جائے امن قرار دیتا ہوں، جو تمہارے گھر میں پناہ لیے گا وہ محفوظ ہے۔

ابوسفیان کی آنکھیں حیرت سے پھٹتی جارہی تھیں' اور مکہ والوں سے کہنا۔۔ جو بیت اللہ میں داخل ہو گیا اسکو امان ہے، جو اپنی کسی عبادت گاہ میں چلا گیا، اسکو امان ہے، یہاں تک کہ جو اپنے گھروں میں بیٹھ رہا اسکو امان ہے، جاؤ ابوسفیان۔۔۔ جاؤ اور جا کر صبح ہماری آمد کا انتظار کرو اور کہنا مکہ والوں سے کہ ہماری کوئی تلوار میان سے باہر نہیں ہوگی، ہمارا کوء تیر ترکش سے باہر نہیں ہوگا ہمارا کوء نیزہ کسی کی طرف سیدھا نہیں ہوگا جب تک کہ کوئی ہمارے ساتھ لڑنا نہ چاہے۔

ابوسفیان نے حیرت سے محمد کی طرف دیکھا اور کانپتے ہوئے ہونٹوں سے بولنا شروع کیا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ.

سب سے پہلے عمر بن خطاب آگے بڑھے۔۔ اور ابوسفیان کو گلے سے لگایا:

مرحبا اے ابوسفیان، اب سے تم ہمارے دینی بھائی ہو گئے، تمہاری جان، مال ہمارے اوپر ویسے ہی حرام ہو گیا جیسا کہ ہر مسلمان کا دوسرے پر حرام ہے، تم کو مبارک ہو کہ تمہاری پچھلی ساری خطائیں معاف کر دی گئیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ تمہارے پچھلے گناہ معاف فرمائے۔

ابوسفیان حیرت سے خطاب کے بیٹے کو دیکھ رہا تھا' یہ وہی تھا کہ چند لمحے پہلے جسکی آنکھوں میں اس کیلئے شدید نفرت اور غصہ تھا اور جو اسکی جان لینا چاہتا تھا' اب وہی اسکو گلے سے لگا کر بھاء بول رہا تھا؟ یہ کیسا دین ہے۔؟ یہ کیسے لوگ ہیں۔؟

سب سے گلے مل کر اور رسول اللہ کے ہاتھوں پر بوسہ دے کر ابوسفیان خیمہ سے باہر نکل گیا' وہ دہشت گرد ابوسفیان کہ جس کے شر سے مسلمان آج تک تنگ تھے انہی کے درمیان سے سلامتی سے گزرتا ہوا جارہا تھا، جہاں سے گزرتا، اس اسلامی لشکر کا ہر فرد، ہر جنگجو،

ہر سپاہی جو تھوڑی دیر پہلے اسکی جان کے دشمن تھے اب آگے بڑھ بڑھ کر اس سے مصافحہ کر رھے تھے، اسے مبارکباد دے رھے تھے، خوش آمدید کہہ رہے تھے۔۔۔ اگلے دن ‘مکہ’ شہر کی حد پر جو لوگ کھڑے تھے ان میں سب سے نمایاں ابوسفیان تھا‘ مسلمانوں کا لشکر مکہ میں داخل ہو چکا تھا کسی ایک تلوار، کسی ایک نیزے کی انی، کسی ایک تیر کی نوک پر خون کا ایک قطرہ بھی نہیں تھا لشکر اسلام کو ہدایات مل چکی تھیں‘ کسی کے گھر میں داخل مت ھونا‘ کسی کی عبادت گاہ کو نقصان مت پہنچانا‘ کسی کا پیچھا مت کرنا‘ عورتوں اور بچوں پر ہاتھ نہ اٹھانا‘ کسی کا مال نہ لوٹنا‘ بلال حبشی آگے آگے اعلان کرتا جا رہا تھا۔

اے مکہ والو۔۔! رسول خدا کی طرف سے۔۔ آج تم سب کیلئے عام معافی کا اعلان ھے۔۔ کسی سے اسکے سابقہ اعمال کی باز پرس نہیں کی جائے گی، جو اسلام قبول کرنا چاھے وہ کر سکتا ھے جو نہ کرنا چاھے وہ اپنے سابقہ دین پر رہ سکتا ھے سب کو انکے مذھب کے مطابق عبادت کی کھلی اجازت ھوگی صرف مسجد الحرام اور اسکی حدود کے اندر بت پرستی کی اجازت نہیں ھوگی کسی کا ذریعہ معاش چھینا نہیں جائے گا کسی کو اسکی ارضی و جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا غیر مسلموں کے جان و مال کی حفاظت مسلمان کریں گے۔ اے مکہ کے لوگو۔!

ھندہ اپنے گھر کے دروازے پر کھڑی لشکر اسلام کو گزرتے دیکھ رھی تھی‘ اسکا دل گواھی نہیں دے رھا تھا کہ حضرت حمزہ کا قتل اسکو معاف کر دیا جائے گا‘ لیکن ابوسفیان نے تو رات یہی کہا تھا کہ: اسلام قبول کر لو۔۔ سب غلطیاں معاف ھو جائیں گی۔

مکہ فتح ہو چکا تھا‘ بنا ظلم و تشدد، بنا خون بہائے، بنا تیر و تلوار چلائے، لوگ جوق در جوق اس آفاقی مذہب کو اختیار کرنے اور اللہ کی توحید اور رسول اللہ کی رسالت کا اقرار کرنے مسجد حرام کے صحن میں جمع ہو رہے تھے‘ اور تبھی مکہ والوں نے دیکھا۔۔ ’’اس ہجوم میں ھندہ بھی شامل تھی‘‘ اور اب وہ کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو چکی تھیں۔

ہندہ کی اولاد میں نامور بیٹا سیدنا معاویہ ؓ ہے، ابوعبدالرحمن کنیت تھی، آپ ؓ کا شجرہ پانچویں پشت پر آپ ﷺ سے مل جاتا ہے۔ ان کا خاندان ’’بنواُمیہ‘‘ زمانہ جاہلیت سے قریش میں معزز وممتاز چلا آتا تھا۔

ان کے والد ابوسفیان قریش کے قومی نظام میں ’’عقاب‘‘ یعنی علمبرداری کے عہدہ پہ ممتاز تھے فتح مکہ کے دِن ابوسفیان اور معاویہ دونوں مشرف با اسلام ہوئے۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ ؓ صلح حدیبیہ کے زمانہ میں دولت اسلام سے بہرہ ور ہو چکے تھے۔ لیکن باپ کے خوف سے اس کا اظہار نہیں کیا تھا ان کے مشرف با اسلام ہونے کی خوشی میں آپ ﷺ نے انہیں مبارکباد دی، قبول اسلام کے بعد حضرت معاویہ ؓ حنین اور طائف کے غزوات میں شریک ہوئے حنین کے مال غنیمت میں سے آپ ﷺ نے ان کو سو اونٹ اور ۴۰ اوقیہ سونا یا چاندی مرحمت فرمایا تھا۔

اسی زمانہ میں معاویہ ؓ کے خاندانی وقار کے لحاظ سے ان کو کتابت وحی کا جلیل القدر منصب ملا۔ دورنبوی کے بعد حضرت امیر معاویہ ؓ قریب قریب تمام معرکہ آرائیوں میں بہت ممتاز حیثیت سے شریک رہے مگر ان کی تفصیل بہت طویل ہے۔ آپ ؓ نے رجب ۶۰ھ میں وفات پائی جبکہ آپ کی عمر مبارک تقریباً اسی سال تھی۔ ①

مشہور ثقہ عابد فقیہ امام معافی بن عمران الموصلی ؒ سے عمر بن عبدالعزیز ؒ اور سیدنا معاویہ بن ابی سفیان ؓ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ:

> ’’رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ؓ کے ساتھ کوئی بھی برابر نہیں قرار دیا جا سکتا۔ معاویہ ؓ آپ کے صحابی، ام المومنین ام حبیبہ ؓ کے بھائی، کاتب اور اللہ کی وحی (لکھنے) کے امین ہیں۔‘‘ ②

---

① جمع الجوامع (٢/١٠٤) (٤٢٣٨) و الطبرانی فی الکبیر (١٩/٤٣٩) و تقریب التهذیب (١/٥٣٧) ② تاریخ بغداد (١/٢٠٩) (ت:٤٨) صحیح

سیدہ ریطہ بنت منبہ بن الحجاج رضی اللہ عنہا

والدہ عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا شمار جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے

سیدنا عبداللہ کے والد عمرو اور عاص دادا سب کے سب آغاز اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جانی دشمن تھے بلکہ ایک دفعہ انکے دادا عاص بن وائل سہمی شام کی طرف تجارتی قافلہ لے کر جانے لگے تو عمرو بن عاص ان کو الوداع کرنے کے لیے شہر سے باہر تک گئے، راستہ میں صحابی رسول خباب بن ارت مل گئے جنہوں نے عاص بن وائل سے کچھ قرضہ لینا تھا۔

انہوں نے مطالبہ کیا تو عاص نے انکار کر دیا۔ بلکہ عاص بن وائل نے کہا کہ میں اس وقت تمہارا قرض ادا نہیں کروں گا جب تک تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار نہیں کرو گے حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تو تم سے مطالبہ کرتا رہوں گا حتی کہ مرنے کے بعد جب سب اٹھائے جائیں گے تب بھی معاف نہیں کروں گا۔ عاص بن وائل نے طنز کرتے ہوئے کہا کہ: کیا موت کے بعد میں اٹھوں گا؟ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے کہا' ہاں' میرا ایمان ہے؟ تو عاص بن وائل نے کہا کہ کب میں اٹھایا جاؤں گا؟ تو خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ:

﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ۖ وَٱلْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلَّهِ ۝١٩﴾ ①

''ایک دن ایسا ہوگا کہ کوئی نفس کسی نفس کے کام نہیں آئے گا اور معاملہ سب اللہ ہی کے پاس ہوگا۔''

عاص بن وائل نے کہا کیا تمہارا یقین ہے کہ جنت ہے اور اس میں سونا چاندی اور ریشم ہوگا؟

---

① الانفطار (۱۹)

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، اتنے میں عاص بن وائل اپنی سواری پر سوار ہوا اور کہنے لگا پھر تو تو مجھے جنت تک مہلت دے دے۔ ①

خباب رضی اللہ عنہ قافلے کو دیکھتے رہ گئے اور قافلہ دور نکل گیا۔ ادھر عمرو بن عاص خباب کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں قیامت کے دن تیرا قرض تجھے ضرور مل جائے گا اور ساتھ کہنے لگا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ تمہارے ساتھ بے وفائی والے وعدے کرتے ہیں۔

عمرو بن عاص گھر آئے تو آ کر اپنی بیوی ریطہ بن منبہ بن حجاج سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے متعلق اظہار خیال کرنے لگے۔ اور ریطہ کہنے لگیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معاملہ ہے؟ عمرو بن عاص کہنے لگے مجھے تو تعجب ہے کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں نہ وہ شاعر کا کلام ہے اور نہ ہی کاہنوں کی سجع ہے اس کے باوجود اس پر ایمان لانے والے اس کی بات اور اس کے دین کو کسی بھی صورت چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

ریطہ بنت منبہ کہتی ہیں اے عمرو! یہ کلام آتا کہاں سے ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ اسکے صحابہ رضی اللہ عنہم س کا خیال ہے کہ ایک فرشتہ ہے جسکا نام جبرائیل وہ آسمان سے لے کر اترتا ہے عمرو کے چہرے پر غصہ آیا اور کہنے لگے یہ جھوٹ کے سوا اور کچھ نہیں اور پھر عمرو بن عاص اپنے بیٹے عبداللہ کو کہنے لگے کہ اس طرح کی باتوں کو کبھی نہ ماننا بلکہ ان کا انکار کرو اور ان سے دور ہی رہو تو بہتر ہے۔

ان دنوں عمرو بن عاص، نبیہ بن مجاح، منبہ بن مجاح، عاص بن وائل، ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ وغیرہ سب کے سب دعوتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر تھے۔

عمرو بن عاص عرب کے عمدہ شاعر تھے وہ اپنی شاعری سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتے تھے۔ ایک دن ریطہ بن منبہ اپنے خاوند عمرو بن عاص کے قریب ہوئیں اور کہنے لگیں کہ

---

① صحیح بخاری، الاجارۃ (۲۲۷۵)

کیا تمہیں معلوم ہے کہ تمہارا بھائی ھشام بن عاص نے محمد ﷺ کی پیروی اختیار کر لی ہے۔

عمرو بن عاص غصے کے لہجے میں بولے۔ میں اسے ایسا سبق سکھاؤں گا کہ وہ جلد اپنے اصل دین کی طرف آ جائے گا اور انہیں چھوڑ دے گا۔ ھشام کو اس کے والد عاص نے بھی سخت ڈانٹ ڈپٹ کی اور کہا کہ ان سب کا ساتھ چھوڑ دے جنہوں نے اپنا دین بدل لیا ہے مگر ان سب کا ڈرانا دھمکانا بے سود رہا۔

ہشام بن عاص بن وائل سہمی رضی اللہ عنہ نے ہجرت حبشہ کی۔ جب حبشہ کی طرف قافلہ مسلمانوں کا گیا تو قریش نے اپنے چند قاصدوں کو تحائف دے کر روانہ کیا کہ یہ ہمارے بھاگے ہوئے غلام ہیں۔ انہوں نے اپنا اصل دین چھوڑ دیا، انہیں واپس ہمارے ساتھ بھیجا جائے۔ تو اس قریش کے نمائندگان میں عمرو بن عاص اور عمار بن ولید تھے۔ مگر نجاشی نے انہیں خالی ہاتھ واپس لٹا دیا تھا۔ جلد ہی عمرو بن عاص مسلمان ہو گئے تو ریطہ بنت منبہ نے پوچھا کیا ہوا تو عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے نجاشی نے بھی یہی کہا تھا یہ لوگ سچے ہیں جتنی جلدی ہو سکے ان کا ساتھی بن جاؤ۔ تو ریطہ بنت منبہ نے کہا ہاں ایسے ہی لگتا ہے کیونکہ آج تک جو بھی ان کا ساتھی بنا وہ واپس نہیں پلٹا۔ عمرو بن عاص نے جب اسلام قبول کر کے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو راستے میں انہیں خالد بن ولید اور عثمان بن ابی طلحہ ملے انہوں نے بھی خاتم النبین پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔

اسی دوران ریطہ بنت منبہ رضی اللہ عنہا بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئیں اور بیٹے عبداللہ، خاوند عمرو بن عاص اور سسر عاص اور دیگر گھر کے افراد بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھی بن چکے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ عمرو بن عاص کے گھر داخل ہوئے اور فرمانے لگے:

((نِعْمَ اَهْلُ الْبَيْتِ عَبْدُ اللّٰهِ وَاَبُوْ عَبْدِ اللّٰهِ وَاُمُّ عَبْدِ اللّٰهِ))

”یہ عبداللہ اور اس کے والد ابو عبداللہ (عمرو بن عاص) اور والدہ (ریطہ بنت منبہ) کا گھر بہت اچھا گھرانا ہے۔“

ایک دن ریطہ بنت منبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں بیٹا عبداللہ یہ تو بتاؤ کَیْفَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ؟ ہم رسول اللہ ﷺ پر درود کیسے پڑھیں؟ تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے کسی آدمی نے دریافت کیا تھا کہ ہم آپ ﷺ کی ذات گرامی پر درود کیسے پڑھیں تو آپ ﷺ نے فرمایا تھا:

((اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ))①

''اے اللہ! صلوٰۃ بھیج محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر کہ جس طرح تو نے صلوٰۃ بھیجی ابراہیم علیہ السلام پر اور ابراہیم علیہ السلام کی آل پر۔ یقیناً تو تعریف والا بزرگی والا ہے...... اے اللہ برکت نازل فرما محمد ﷺ پر اور محمد ﷺ کی آل پر کہ جس طرح تو نے برکت نازل کی ابراہیم علیہ السلام پر اور ابراہیم علیہ السلام کی آل پر۔ یقیناً تو تعریف والا بزرگی والا ہے۔''

ایک دن عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ریطہ بنت منبہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھتی ہیں مگر رکوع کو مکمل نہیں کرتیں یعنی رکوع میں اطمینان نہیں ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوئیں تو عبداللہ ان کے قریب ہوئے اور فرمانے لگے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہم سے سوال کیا۔

شراب پینے والے اور زانی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''شرابی اور زانی بہت بڑا گناہگار ہے اس پر اسے سزا ضرور ملے گی اور فرمایا: چوروں میں سب سے بڑا چور نماز کا چور ہے۔''

---

① بخاری، الأنبیاء (٣٣٧٠) ومسلم (٤٠٦)

ریطہ بنت منبہ رضی اللہ عنہا کہنے لگیں۔

كَيْفَ يَسْرِقُ الْمَرْءُ صَلَاتَهُ.

''آدمی اپنی نماز کا چور کیسے؟''

توعبداللہ مسکرانے لگے اور فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔

((لَا يُتِمُّ رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا))

''جو اپنی نماز میں رکوع اور سجود کو مکمل نہیں کرتا۔''

تو ریطہ بنت منبہ سمجھ گئیں کہ اس کا بیٹا اسے سمجھانا یہ چاہتا ہے کہ نماز کو اعتدال اور اطمینان کے ساتھ خوبصورت بنانا چاہیے۔ ریطہ بنت منبہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے عبداللہ سے اکثر امورِ دین پر سوال کرتیں رہتیں تھیں اور عبداللہ رسول اللہ ﷺ کے فرامین سے انہیں جواب دیتے رہتے تھے۔ مثلاً ایک دن ریطہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا بیٹا: مَا اَجْرُ الشَّهِيْدِ. شہید کو کیا اجر ملے گا؟ توعبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سنائی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: شہید کو چھ انعام دیئے جائیں گے۔ ①

جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ کے ہاں شہید کے چھ اعزاز ہیں۔

((يُغْفَرُ لَهُ فِي أَوَّلِ دَفْعَةٍ وَيُرَى مَقْعَدَهُ مِنَ الْجَنَّةِ))

''پہلے ہی لمحہ اسکی مغفرت کر دی جاتی ہے اور اس کو جنت میں اس کا ٹھکانہ دکھا دیا جاتا ہے۔''

((وَيُجَارُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ))

''عذاب قبر سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔''

((وَيَأْمَنُ مِنَ الْفَزَعِ الْأَكْبَرِ))

''قیامت کی مصیبت سے محفوظ رہتا ہے۔''

---

① امهات الصحابة ص/٤٢_٤٨)

((وَيُوْضَعُ عَلَى رَأْسِهِ تَاجُ الْوَقَارِ الْيَاقُوتَةُ مِنْهَا خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا))

''اس کے سر پر عزت اور وقار کا تاج رکھا جاتا ہے جس کا صرف ایک ہی یاقوت دنیا اور اس میں جو کچھ ہے سب سے قیمتی ہے۔''

((وَيُزَوَّجُ اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِينَ إِنْسَانًا زَوْجَةً مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ))

''خوبصورت' بڑی بڑی آنکھوں والی بہتر ۷۲ حوروں سے اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔''

((وَيُشَفَّعُ فِي سَبْعِينَ مِنْ أَقَارِبِهِ))①

''اس کے ستر ۷۰ رشتہ داروں کے بارے میں اس کی سفارش قبول کی جاتی ہے۔''

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی والدہ ریطہ اور انکے شوہر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسی طرح دیگر خاندان کے افراد مسلمان ہو گئے اور اسلام کی خدمت میں مصروف ہو گئے۔

سیدہ ریطہ بنت منبہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک خاص مقام پایا، رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو سیکھا اور آگے لوگوں کو سیکھانے میں ساری زندگی صرف کر دی۔ عبادلہ اربعہ (چار فقیہ اور محدث؛ عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن عباس' عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہم) میں سے ایک ہیں۔ کتب احادیث میں ان سے سات سو احادیث مروی ہیں۔

یہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ چنانچہ یہ رسولِ اکرم ﷺ کی احادیث وارشادات کو لکھ لیا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا: اے عبداللہ! نبی اقدس ﷺ کبھی غصے کی حالت میں ہوتے ہیں کبھی خوشی کی حالت میں تم سب کچھ لکھ لیتے ہو۔

---

① سنن ابن ماجة، الجهاد، باب فضل الشهادة في سبيل الله (٢٧٩٩)

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے احادیث کو لکھنا چھوڑ دیا۔ اور نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زبان مبارک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: تم لکھ لیا کرو۔ اس (زبان) سے جو کچھ نکلتا ہے، حق نکلتا ہے۔ ①

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنے اس صحیفہ کا نام ''الصادقۃ'' رکھا تھا۔ اور کہا کرتے تھے کہ مجھے زندگی کی آرزو صرف دو چیزوں نے پیدا کر رکھی ہے۔ جس میں ایک صادقہ ہے۔ اور ''صادقہ'' وہ صحیفہ ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر میں نے لکھا ہے۔ (حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی وفات پر یہ صحیفہ ان کے پوتے شعیب بن محمد بن عبداللہ رحمہ اللہ کو ملا تھا۔ اور شعیب سے ان کے صاحبزادے عمرو روایت کرتے ہیں چنانچہ کتبِ حدیث میں جتنی روایتیں عمرو بن شعیب عن اُبیہ عن جدہ کے سلسلہ کی منقول ہیں وہ سب صحیفۂ صادقہ کی حدیثیں ہیں۔) ②

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابھی تمہارے سامنے ایک جنتی نمودار ہوگا۔''

چنانچہ انصار کے ایک آدمی نمودار ہوئے جن کی داڑھی سے وضو کا پانی ٹپک رہا تھا، انہوں نے اپنے جوتے بائیں ہاتھ میں اٹھا رکھے تھے۔

جب دوسرا دن آیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بات فرمائی، یعنی ''ابھی تمہارے سامنے ایک جنتی آدمی نمودار ہوگا۔''

چنانچہ اس دن بھی وہی انصاری نمودار ہوئے جو گزشتہ دن نمودار ہوئے تھے اور آج بھی وہ پہلے ہی کی طرح تھے۔ جب تیسرا دن آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی بات فرمائی، یعنی ''ابھی تمہارے سامنے ایک جنتی آدمی نمودار ہوگا۔'' چنانچہ اس تیسرے دن بھی وہی انصاری نمودار

---

① سنن أبي داؤد، العلم، باب في كتابة العلم۔

② سير أعلام النبلاء (٣ / ٨٩)

ہوئے اور اس حالت میں جیسے پہلے دن تھے، یعنی ان کی داڑھی سے وضو کا پانی ٹپک رہا تھا اور انہوں نے اپنے جوتے بائیں ہاتھ میں اٹھا رکھے تھے۔

جب رسول اکرم ﷺ اٹھ کر چل دیے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس انصاری کے پیچھے پیچھے گئے اور ان سے عرض کی: میں نے اپنے والد سے جھگڑا کر لیا ہے اور قسم کھالی ہے کہ میں تین دنوں تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا اگر آپ چاہیں تو مجھے اپنے پاس تین دن قیام کرنے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ میں نے یہ تین راتیں اس انصاری کے ساتھ گزاریں۔ مگر میں نے دیکھا کہ وہ رات کو عبادت کے لیے تھوڑے سے وقت کے لیے بھی بیدار نہیں ہوئے۔ ہاں میں نے یہ دیکھا کہ جب نیند ٹوٹتی اور اپنے بستر پر کروٹیں بدلتے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور تکبیر کہتے، حتی کہ فجر کی نماز کے لیے بیدار ہوتے۔ میں نے ایک بات یہ دیکھی کہ وہ اپنی زبان سے کوئی بھلی بات ہی نکالتے تھے۔ جب میں نے تین راتیں ان کے ساتھ گزار لیں اور قریب تھا کہ میں ان کے عمل کو حقیر جانتا (کہ ہمارے مقابلے میں ان کا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں) تو میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! میرے اور میرے والد کے درمیان کسی قسم کی ناراضی یا لڑائی نہیں تھی، البتہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو تین مرتبہ یہ فرماتے ہوئے سنا:

> ''ابھی تمہارے سامنے ایک جنتی شخص نمودار ہوگا۔''

چنانچہ تینوں دفعہ آپ ہی نمودار ہوئے، لہٰذا میری خواہش ہوئی کہ آپ کے پاس رہ کر دیکھوں کہ آخر وہ کون سا عمل آپ بجالاتے ہیں (جو میں نہیں کرتا) جسے میں اپنا سکوں، لیکن میں نے دیکھا کہ آپ کوئی زیادہ عمل نہیں کرتے، پھر وہ کیا بات ہے جس کی بنا پر رسول کریم ﷺ نے آپ کے متعلق یہ بات فرمائی ہے (جسے آپ نے سنا ہے؟)

انصاری نے فرمایا: عمل تو صرف اتنا ہی ہے جو آپ نے دیکھا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں ان کے پاس سے واپسی کے لیے مڑا تو انہوں نے مجھے آواز دے کر بلایا اور فرمایا:

مَا هُوَ اِلَّا مَا رَاَيْتَ غَيْرَ اَنِّيْ لَا اَجِدُ فِيْ نَفْسِيْ لِاَحَدٍ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ غِشًّا وَلَا اَحْسُدُ اَحَدًا عَلٰى خَيْرٍ اَعْطَاهُ اللّٰهُ اِيَّاهُ.

''عمل تو وہی ہے جو آپ نے دیکھا، البتہ اس کے علاوہ ایک بات یہ ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے خلاف کوئی رنجش نہیں اور نہ میں کسی آدمی سے اس بھلائی پر حسد کرتا ہوں جو اسے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا:

هٰذِهِ الَّتِيْ بَلَغَتْ بِكَ وَهِيَ الَّتِيْ لَا نُطِيْقُ①

''یہی وہ صفت ہے جو آپ کو اس درجے تک لائی ہے اور یہی وہ خصلت ہے جس کو اپنانے کی ہم میں طاقت نہیں۔''

سیدہ ریطہ بنت منبہ رضی اللہ عنہا کے شوہر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے آغاز اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکالیف دیں مگر جب اللہ نے ہدایت دی تو اکثر اس پر پشیمان ہوتے۔

ایک لمبی روایت میں ہے۔ سیدنا ابن شماسہ مہری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی موت کے وقت ان کے پاس گئے وہ دیر تک روتے رہے پھر اپنا منہ دیوار کی طرف کرلیا، ان کے بیٹوں نے کہا:

''ابا جان! کیا رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فلاں فلاں بشارتیں نہیں دیں۔؟''

تب سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ سامنے کیا اور کہا: ہم لوگ (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کلمہ شہادت:

لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ.

---

① مسند احمد (۳/۱۶۶) حافظ عراقی فی تخریج الاحیاء (۳/۱۸۷) میں کہتے ہیں کہ امام احمد نے اسے شیخین کی شرط کے مطابق صحیح سند سے روایت کیا ہے۔

کا اقرار سب افضل باتوں میں شمار کرتے تھے، میرے اوپر تین حالتیں گزری ہیں: پہلی حالت وہ جب رسول اکرم ﷺ سے زیادہ کسی کو برا نہیں سمجھتا تھا اور میری خواہش تھی کہ میں آپ پر قابو پاؤں اور آپ ﷺ کو قتل کردوں، اگر میں اسی حالت میں مرجاتا تو جہنمیوں میں سے ہوتا۔ اس کے بعد دوسری حالت وہ تھی جب اللہ نے میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی:

اپنا ہاتھ بڑھایئے، آپ ﷺ نے اپنا دایاں ہاتھ آگے کیا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''عمرو! کیا بات ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''میں شرط لگانا چاہتا ہوں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

''کون سی شرط؟'' میں نے عرض کیا:

''میرے گناہوں کی مغفرت کی شرط۔''

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے عمرو! کیا تو نہیں جانتا کہ اسلام قبول کرنا گزشتہ سارے گناہوں کو معاف کردیتا ہے، ہجرت کرنا گزشتہ سارے گناہوں کو معاف کردیتا ہے اور حج کرنا گزشتہ سارے گناہوں کو معاف کردیتا ہے۔ تب مجھے رسول اکرم ﷺ سے اتنی زیادہ محبت تھی کہ اتنی زیادہ کسی دوسرے سے نہیں تھی اور میری نگاہ میں آپ ﷺ کی اتنی زیادہ شان تھی جو کہ اور کسی کی نہیں تھی۔ میں نے آپ ﷺ کے جلال اور رعب کی وجہ سے آپ ﷺ کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھا۔ اگر میں اسی حالت میں فوت ہوجاتا تو امید تھی کہ جنتی ہوتا، لیکن اس کے بعد ہم بعض (دنیاداری کے) کاموں میں پھنس گئے اور اب میں نہیں جانتا کہ

اس تیسری حالت میں انجام کیا ہے؟ لہٰذا جب میں مر جاؤں تو میرے جنازے کے ساتھ کوئی رونے چلانے والی عورت نہ ہو، نہ ہی (کوئی) آگ لے کر چلے اور جب تم مجھے دفن کرو تو اچھی طرح قبر پر مٹی ڈال دینا اور میری قبر کے گرد اتنی دیر تک (دعا کیلئے) کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے، تاکہ میرے دل کو تسلی رہے اور مجھے پتا چل جائے کہ میں اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں۔ ''①

---

① صحیح مسلم، الایمان(۳۲۱)

سیدہ ام عبد بنت عبدِ وَد ؓ

والدہ عبداللہ بن مسعود ؓ

جلیل القدر صحابی، قاری قرآن، مفسر قرآن عبداللہ بن مسعود ؓ کی والدہ ام عبد بنت عبدوَد بیٹے کی دعوت پر دائرہ اسلام میں داخل ہوئیں اور عظیم مرتبت پر فائز ہوگئیں۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود ؓ ایک دن اپنی والدہ محترمہ کے پاس گھر آئے تو ماں ام عبد سخت پریشان بیٹھی تھیں عبداللہ بن مسعود ؓ نے پوچھا ماں کیا ہوا پریشان کیوں بیٹھی ہو۔ تو ماں ام عبد کہنے لگیں بیٹا! تمہارا باپ مسعود بن غافل انتقال کر گئے ہیں اور مجھے، تجھے اور تیرے بھائی عتبہ کو پیچھے اس حال میں چھوڑ کر گئے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی مال نہیں۔ اب گزر بسر کیسے ہوگا؟ تو عبداللہ بن مسعود ؓ فوراً بولے ماں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

”اگرچہ میں بچہ ہوں مگر میں محنت مزدوری کر کے کھلاؤں گا اور ہم سب کھائیں گے۔“

اور ساتھ ہی کہنے لگے اماں جان میں مزدوری پر کسی کی بکریاں چراؤں گا اور اس کی اجرت ہمارے لیے کافی ہوگی۔ ماں خوش ہوگئی کہ بیٹا سہارا بن گیا ہے۔ سمجھ عقل اور دانائی کی باتیں کرنے لگا ہے۔

ام عبد ایک دن عقبہ بن ابی معیط جو مکہ کے سرداروں سے ایک تھا اس سے ملیں اور اسے کہا کہ میرا بیٹا تیری بکریاں چرائے گا اور تو اسے معاوضہ دے دینا۔ اس نے ہاں کہا اور اسی وقت چند درھم بھی تھما دیے، ام عبد خوش ہو کر گھر لوٹیں اگلے دن ہی عبداللہ بن مسعود ؓ عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرانے لگ گئے۔ روزانہ جاتے بکریاں مکہ کے پہاڑوں پر لے کر اور شام کو بکریاں عقبہ کے گھر چھوڑتے اور واپس اپنی ماں ام عبد کے پاس

چلے آتے۔ اسی دوران محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کر دیا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ لوگوں سے باتیں سننے لگے۔ ہر سننے والی بات کا تذکرہ آ کر اپنی ماں ام عبد سے کرتے، اور دل میں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کی تڑپ اور خواہش بڑھنے لگی۔ ایک دن عبداللہ بن مسعود بکریاں چرا رہے تھے کہ دو نوجوان آ گئے۔ انہوں نے آ کر کہا۔

((يَا غُلَامُ هَلْ عِنْدَكَ مِنْ لَبَنٍ تَسْقِيْنَا ؟))

''اے بچے! کیا تمہارے پاس دودھ ہے جو تو ہمیں پلا سکے۔؟''

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔

مَا عِنْدِيْ شَاةٌ تَحْلِبُ وَاِنِّي مُؤْتَمِنٌ وَلَسْتُ بِسَاقِيْكُمَا.

''مرے پاس کوئی ایسی بکری نہیں جو دودھ دیتی ہو ویسے بھی میں امین ہوں میں تم کو دودھ کیسے پلا سکتا ہوں۔''

تو دونوں میں سے ایک آدمی نے کہا۔

((هَلْ عِنْدَكَ مِنْ جَذَعَةٍ لَمْ يَنْزَ عَلَيْهَا الْفَحْلُ))

''کیا تمہارے پاس ایسی بکری ہے جو چھوٹی عمر کی ہو جس نے ابھی بچہ جنم ہی نہیں دیا۔''

تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں ایسی بکری تو ہے جس نے ابھی چند دن پہلے ایک ناقص الخلیق بچہ جنم دیا تھا مگر اس کے نیچے دودھ نہیں ہے۔

تو اس نے کہا، ہاں اسی کو ہمارے پاس لے آؤ۔ میں بکری لایا، تو ان میں سے ایک نے بکری کے تھن کو ہاتھ لگایا، چند کلمات پڑھے اور بکری دودھ دینے لگ گئی، انہوں نے دودھ نکال کر خود بھی پیا مجھے بھی پلایا اور پھر کہا کہ دودھ ختم ہو جا، تو دودھ ختم ہو گیا۔ میں نے اس طرح کا تعجب خیز معاملہ پہلی مرتبہ دیکھا تھا۔

میں نے کہا، تم کون ہو، اللہ کی قسم! میں نے ایسا کبھی نہیں دیکھا، تو ان میں سے ایک نے کہا، میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔

عبداللہ بن مسعود ؓ کہتے میں نے کہا آپ ہی ہیں جس کے متعلق قریش والے کہتے ہیں کہ ایک آدمی بے دین ہو گیا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' میرے بارے ہی کہتے ہیں۔

اور دوسرا آدمی ان کے ساتھ سیدنا ابوبکر صدیق بن ابی قحافہ ؓ تھے، رات کو گھر واپس آ کر ابن مسعود ؓ نے سارا قصہ اپنی ماں کو سنایا تو ماں کہنے لگی بیٹا اسی لیے تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ جادوگر ہے۔ تو ابن مسعود ؓ کہنے لگے نہیں ماں، یہ جادوگر نہیں ہو سکتا۔

ساری رات عبداللہ بن مسعود ؓ بے چینی سے گزارتے ہیں۔ اور صبح ہوتے ہی آپ ﷺ کو تلاش کرتے کرتے بیت اللہ میں پہنچ جاتے ہیں آپ حجر اسود کے پاس تشریف فرما تھے۔ ابن مسعود ؓ نے کلمہ پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور کہنے لگے میں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ نبی کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا، میں آپ کا پیروکار ہوں بس آپ ﷺ مجھے اس پاکیزہ کلام سے کچھ سکھا دیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَنْتَ غُلَامٌ، عَلِيمٌ، مُعَلَّمٌ))①

''تو تو سمجھا سمجھایا ہوا بچہ ہے۔''

عبداللہ ؓ گھر واپس آئے، آ کر ماں کو خبر سنائی اور دعوت دینی شروع کر دی ماں نے کہا، بیٹا سردار عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں۔ فرمایا: وہ اللہ کے نبی کا دشمن ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔ ماں ام عبد نے پوچھا، محمد ﷺ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ ابن مسعود ؓ نے فرمایا: وہ دنیا اور آخرت کی بھلائی کی طرف بلاتے ہیں۔ ام عبد نے پوچھا: کیا موت کے بعد کوئی اٹھنے کا تصور ہے اور اسکے بعد کیا ہے۔؟

ابن مسعود ؓ نے کہا، مرنے کے بعد اٹھنے پر ایمان لانا ضروری ہے۔ پھر وہاں جنت اور جہنم بھی ہے۔ ام عبد کچھ دیر خاموش رہیں اور پھر سوال کرنے لگیں بتاؤ کہ محمد ﷺ کی دعوت کیا ہے؟ ابن مسعود ؓ نے فرمایا: وہ اچھے اخلاق کی طرف بلاتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں برائی

---

① حیاۃ الصحابۃ (٣/٣٥٦) و البدایۃ والنہایۃ (٦/١٠٢)

سے منع کرتے ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ اکیلے ہی کی عبادت کرو ۔ ام عبد نے کہا تو ھبل، منات، لات عزی کا کیا؟ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہاں وہ تو پتھر ہیں جو نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان ۔

چند دن گزرے کہ اللہ نے ام عبد کو سمجھ عطا کر دی ۔ انہوں نے سارے ھبل اور لات منات کو چھوڑنے کا عزم کر لیا ۔ اور سب جھوٹے خداؤں سے توبہ تائب ہو گئیں اور فرمانے لگیں ۔ بیٹا عبداللہ! مجھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کرنے کے لیے کیا کرنا اور کیا کہنا ہوگا ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پس آپ کہیں ۔

أَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ.

ام عبد رضی اللہ عنہا نے شھادتین کہہ کر حق کو قبول کر لیا اور سابقین الاولین میں شامل ہو گئیں ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں اور میری ماں نے اسلام قبول کیا تو ہمارے علاوہ چھ افراد کے علاوہ کوئی اور محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی نہ تھا ۔

عقبہ بن ابی معیط ام عبد سے ملے تو سخت ناراضگی سے پوچھنے لگے پتہ چلا ہے کہ کیا تیرا بیٹا بے دین ہو گیا ہے، تو ام عبد رضی اللہ عنہا نے کہا بے دین نہیں ہوا بلکہ دین دار ہو گیا ہے عقبہ نے کہا تو بھی اس کے ساتھ ہے؟

ام عبد رضی اللہ عنہا نے کہا میں اور میرا بیٹا دونوں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں، اور اسلام قبول کر چکے ہیں ۔ ۔ بس تو ہمارا راستہ چھوڑ دے ۔ ①

ایک دن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ساتھیوں نے خواہش ظاہر کی کہ کوئی اگر قریش کے سامنے بیت اللہ میں قرآن پڑھے گا تو کیا ہی عمدہ دعوت ہے ۔

ابن مسعود صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور جا کر سورت رحمن شروع کر دی ۔ روایات میں آتا ہے' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس زمانہ میں ایمان لائے جب کہ مومنین کی جماعت صرف چند اصحاب پر

---

① امهات الصحابة (ص ۱۹/ ۔ ۲۰)

مشتمل تھی اور مکہ کی سرزمین میں رسول اللہ کے سوا اور کسی نے علانیہ بلند آہنگی کے ساتھ تلاوتِ قرآن کی جراُت نہیں کی تھی، چنانچہ ایک روز مسلمانوں نے باہم مجتمع ہو کر اس مسئلہ پر گفتگو کی اور سب نے بالاتفاق کہا: ''خدا کی قسم! قریش نے اب تک بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہوئے نہیں سنا''۔ لیکن پھر یہ سوال پیدا ہوا کہ اس پر خطر فرض کو کون انجام دے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اپنے آپ کو پیش کیا، لوگوں نے کہا کہ تمہارا خطرہ میں پڑنا مناسب نہیں، اس کام کے لیے تو ایک ایسا شخص درکار ہے جس کا خاندان وسیع ہو، اور وہ اس کی حمایت میں مشرکین کے دستِ ستم سے محفوظ رہے، لیکن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جوشِ ایمان سے برانگیختہ ہو کر کہا: ''مجھے چھوڑ دو! خدا میرا محافظ ہے''۔ غرض دوسرے روز چاشت کے وقت جب کہ تمام مشرکین قریش اپنی انجمن میں حاضر تھے، اس وارفتہ اسلام نے ایک طرف کھڑے ہو کر سازِ توحید پر مضراب لگائی اور بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کے بعد عَلَّمَ الْقُرآن کا سحر آفرین راگ چھیڑا مشرکین نے تعجب اور غور سے سن کر پوچھا، ''ابن ام عبد کیا کہہ رہا ہے؟'' کسی نے کہا محمد پر جو کتاب اتری ہے اس کو پڑھتا ہے، یہ سننا تھا کہ تمام مجمع غیظ و غضب سے مشتعل ہو کر ٹوٹ پڑا اور اس قدر مارا کہ چہرہ ورم کر آیا، لیکن جس طرح پانی کے چند چھینٹے آگ کو اور زیادہ مشتعل کر دیتے ہیں، اسی طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا شعلہ ایمان اس ظلم و تعدی سے بھڑک اٹھا، مشرکین مارتے گئے لیکن ان کی زبان بند نہ ہوئی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب اس فرض کو انجام دے کر خستگی و شکستہ حالی کے ساتھ اپنے احباب میں واپس آئے تو لوگوں نے کہا کہ ہم اسی ڈر سے تم کو جانے نہ دیتے تھے، بولے ''خدا کی قسم! دشمنانِ خدا آج سے زیادہ میری نظر میں کبھی ذلیل نہ تھے، اگر تم چاہو تو کل میں پھر اسی طرح ان کے مجمع میں جا کر قرآن کریم کی تلاوت کروں''۔ لوگوں نے کہا:

> ''بس جانے دو، اس قدر کافی ہے کہ جس کا سننا وہ ناپسند کرتے تھے اس کو تم نے بلند آہنگی کے ساتھ انکے کانوں تک پہنچا دیا۔''

ایک دن ام عبد رضی اللہ عنہا کہتیں ہیں میں نے سوچا کیوں نہ ایک رات رسول اللہ ﷺ کے گھر گزاری جائے اور آپ ﷺ کا معمول اور طریقہ دیکھا جائے کہ آپ وتر کیسے اور اس میں کیا پڑھتے ہیں۔ ام عبد رضی اللہ عنہا کہتیں ہیں میں نے رات رسول اللہ ﷺ کے گھر گزاری آپ ﷺ رات کو اٹھے، جتنا اللہ نے چاہا آپ ﷺ نے نماز پڑھی جب آخر میں آپ ﷺ نے وتر پڑھنے کا ارادہ کیا تو میں نوٹ کرنے لگی۔ آپ ﷺ نے وتر کی پہلی رکعت میں قرأت سورۃ (سبح اسم ربک الاعلی) اور پھر دوسری رکعت میں (قل یا ایھا الکفرون اور تیسری رکعت میں (قل ھو اللہ احد) پڑھا۔ ①

سیدنا ابو وائل رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ہم سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کیساتھ باہر نکلے ہمارے ساتھ ربیع بن خثیم رحمہ اللہ بھی تھے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دریائے فرات کے کنارے ایک تنور کے پاس سے گزرے جب اسکے اندر دھکتی اور بھڑکتی ہوئی آگ دیکھی تو یہ آیت تلاوت فرمائی۔

﴿إِذَا رَأَتْهُم مِّن مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَزَفِيرًا ﴿١٢﴾﴾ ②

”جس وقت وہ ان کو دور سے دیکھے گی (تو غضبناک ہو رہی ہوگی اور یہ) اس کے جوش (غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے۔“

یہ سن کر ربیع بن خثیم رحمہ اللہ بیہوش ہو کر گر پڑے، لوگ انہیں چارپائی پر ڈال کر گھر لائے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انکے پاس (صبح سے لیکر) ظہر تک بیٹھ کر ہوش میں لانے کی کوشش کرتے رہے، لیکن سیدنا ربیع رحمہ اللہ کو ہوش نہ آیا۔ ③

ام عبد کے صاحبزادے ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

إِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ يَخَافُ أَنْ يَقَعَ عَلَيْهِ وَإِنَّ الْفَاجِرَ يَرَى ذُنُوبَهُ كَذُبَابٍ مَرَّ عَلَى أَنْفِهِ

---

① امهات الصحابه (ص/٢٤) ② سورة الفرقان (١٢)

③ تفسير ابن كثير (٣/٦٩٦)

فَقَالَ بِهِ هٰكَذَا، أَيْ بِيَدِهِ فَوْقَ أَنْفِهِ①

''بیشک مومن اپنے گناہوں کو یوں سمجھتا ہے جیسے وہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہو اور ڈرتا ہو کہ اس پر گر نہ جائے اور فاجر اپنے گناہوں کو اس طرح سمجھتا ہے کہ جیسے اس کی ناک پر مکھی بیٹھ گئی ہو پھر انہوں نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ اس نے اس طرح کر کے اس مکھی کو اپنی ناک سے اڑا دیا''

ام عبد رضی اللہ عنہا کے دریافت کرنے پر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ: ہر رات (تبارک اللہ بیدہ الملک) پڑھنے والے شخص کو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے عذاب قبر سے محفوظ کر دیتے ہیں:

كُنَّا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ نُسَمِّيهَا الْمَانِعَةَ، وَإِنَّهَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ سُورَةٌ، مَنْ قَرَأَهَا فِي كُلِّ لَيْلَةٍ فَقَدْ أَكْثَرَ وَأَطَابَ. ②

''اور ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اس کو مانعہ (روکنے والی) کا نام دیتے تھے۔ وہ کتاب اللہ میں ایک سورت ہے جس نے اس کو ہر رات پڑھا۔ اس نے بہت زیادہ اور عمدہ کام کیا۔''

---

① صحیح بخاری، الدعوات (٦٣٠٨)

② سنن الکبری للنسائی (١٠٤٧٩) و صحیح الترغیب والترھیب (٢/١٩٣)

سیدہ حمنہ بنت سفیان رضی اللہ عنہا

والدہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حمنہ بنت سفیان رضی اللہ عنہا ان جلیل القدر صحابیات میں شامل ہیں جنہوں نے فتح مکہ کے موقعہ پر اسلام قبول کیا، اور یہ جلیل القدر صحابی سعد بن ابی وقاص (مالک) رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ایک رات سوئے تو انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک اندھیرا سا ہے جس میں وہ کچھ دیکھ نہیں سکتے۔ اچانک ایک چاند سامنے آتا ہے وہ اس چاند کی طرف چلتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ان سے پہلے اس چاند کے پاس زید بن حارثہ، علی بن ابی طالب اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم موجود ہیں۔

صبح سعد بن ابی وقاص کی والدہ حمنہ بنت سفیان نے سعد کی طبیعت کو بوجھل دیکھا تو پوچھا، بیٹا کیا ہوا تمہاری طبیعت تو صحیح ہے کیا؟ ہاں کچھ نہیں۔ تو ماں نے سوال کر دیا، کیا رات تم نے لات منات وغیرہ کو سونے سے پہلے سجدہ کیا تھا۔

تو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ تو ماں حمنہ نے سخت غصے کے انداز میں ان کی طرف دیکھا اور کہا، کیا میں نے تمہیں اور تمہارے بھائی عامر کو یہ نہیں کہا کہ ہر روز اپنے خداؤں کے سامنے سجدہ کیا کرو، شکرانے کے طور پر اور دنیا کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے۔ عمر اور رزق میں برکت کے لیے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی والدہ حمنہ اس وقت لات، منات اور ھبل پر ایمان لانے والی تھی اور ان کی سچی پروکار تھی۔ حمنہ بنت سفیان نے اپنے بیٹوں سعد اور عامر کو کھانا کھلاتے ہوئے دوبارہ سخت تاکید کے ساتھ ھبل، منات اور لات کی پوجا کی تلقین کی۔

ادھر سعد رضی اللہ عنہ شدید پریشانی میں مبتلا تھے کہ کون سی ایسی چیز ہے جس میں زید، علی اور ابو بکر مجھ سے سبقت لے گئے ہیں اور وہ نور کیا ہے جو ان کے پاس ہے میرے پاس نہیں۔

اتنے میں ان کی ملاقات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہو گئی۔ انہوں نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا، سعد تیرے پاس ایک اہم معاملہ آیا ہے۔ اور تجھے اس میں دلچسپی نہیں ہے سعد نے کہا وہ کیا ہے؟

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے۔ اے سعد! تو جانتا ہے محمد بن عبداللہ ﷺ ان کی صداقت کو، امانت کو جبکہ آپ ان کی والدہ آمنہ بنت وھب کی طرف سے ماموں لگتے ہو (سعد رضی اللہ عنہ اور آمنہ بنو زھرہ سے تھے۔) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں یہ درست ہے کہ محمد ﷺ پر کبھی کسی کوئی عیب نہیں لگایا۔ وہ امانت ادا کرنے والے، صلہ رحمی کرنے والے، مہمان نوازی کرنے اور دوسروں کی مدد کرنے والے ہیں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہنے لگے، کیا تمہیں معلوم ہے ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں اور وہ اس بات کی دعوت دیتے ہیں کہ اللہ اکیلے کی عبادت کرو، سعد بن ابی وقاص نے سوال کیا کہ وہ لات، منات اور عزیٰ کا انکار کرتے ہیں۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں وہ صرف اور صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بت نفع ونقصان کے مالک نہیں ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا اس کی بات کسی نے نے مانی اور قبول کی ہے؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں میں نے علی رضی اللہ عنہ نے اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے۔ یہ سن کر فوراً سعد بن ابی وقاص نے اپنی خواب بیان کر دی کہ اندھیرا دیکھا اور چاند دیکھا اور تمہیں دیکھا۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے سعد! وہ اندھیرے میں چاند محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا اس وقت محمد ﷺ کہاں ہیں مجھے ان کے پاس لے چلو، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سعد رضی اللہ عنہ کو لے کر شعب ابی طالب میں گئے وہاں آپ ﷺ نے

سعد رضی اللہ عنہ کو قرآن مجید کی چند آیات سنائی اور دعوت پیش کی۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فورا پڑھ لیا۔

أَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً ارَسُوْلُ اللّٰهُ.

اس کے بعد سعد رضی اللہ عنہ خوشی خوشی گھر واپس آئے۔ اور تنہائی میں اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت شروع کردی۔

ایک دن غروب شمس سے پہلے سعد رضی اللہ عنہ نے غسل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقے پر اللہ کی عبادت شروع کر دی۔ اچانک ان کی والدہ حمنہ بنت سفیان کمرے میں آئیں اور دیکھا کہ سعد سجدہ میں پڑے ہیں حمنہ چلائی اور کہنے لگیں۔ الہ (بت) کہاں جس کو تم سجدہ کر رہے ہو۔ اور یہ کیا سجدہ میں پڑھ رہے ہو۔؟

حمنہ نے ایک ہی لہجہ میں سوال در سوال کر دیے کیونکہ اس کے لیے سب نیا تھا' سعد رضی اللہ عنہ نے نماز سے سلام پھیرا اور کہا ماں!

كُنْتُ اُصَلِّی لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

''میں تو تمام جہانوں کے مالک پروردگار کے لیے نماز پڑھ رہا ہوں۔''

حمنہ نے پوچھا! کون رب العالمین؟

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا، جو رحمن و رحیم ہے، ہر چیز کا خالق ہے جس نے زمین و آسمان کو بنایا ہے۔ حمنہ کہنے لگیں۔ یعنی تم سجدہ لات، منات کے علاوہ کسی اور کو کر رہے تھے۔

سعد رضی اللہ عنہ نے کہا، ہاں! یہ تو واضح گمراہی ہے اور رہے یہ بت نہ تو پتھر ہیں کسی کو نفع و نقصان نہیں دے سکتے۔ بس یہ سن کر حمنہ آگ بگولہ ہوگئیں اور جزع فزع شروع کر دیا اور کہنے لگیں کہ تم اگر مجھ کو ماں مانتے ہو تو اس کو چھوڑ دو، دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دو، سعد رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں ماں! میں آپ کو اس کی دعوت دوں گا۔ کیونکہ یہ دین حق ہے۔ حمنہ نے کہا نہیں تم مجھ کو

غصہ نہ دلاؤ بلکہ ان سب کو چھوڑ دو، ورنہ تو خسارے میں پڑ جائے گا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اے اماں جان مجھے امید ہے کہ میں آپ کو دعوت دوں گا تو اللہ آپ کو ضرور حق کی سمجھ عطا کرے گا۔ ماں محمد ﷺ تو اللہ ایک کی عبادت کا حکم دیتے ہیں اور نیکی کی طرف بلاتے ہیں۔ برائی سے روکتے ہیں۔ والدین سے نیکی کا حکم دیتے ہیں

حمنہ بنت سفیان نے کہا، بیٹا میری بات کان کھول کر سن لے، اگر تو نے دوبارہ لات، منات اور عزی کو الہ مان کر ان کی عبادت شروع نہ کی اور دین محمد ﷺ کا انکار نہ کیا تو میں نہ کھاؤں گی اور نہ پیوں گی ایسے ہی مرجاؤں گی۔ سعد رضی اللہ عنہ نے پہلے تو اپنی ماں کو وقتاً فوقتاً دعوت دی پھر چھوڑ دیا۔ اور ساتھ ہی کہا۔

وَاللّٰهِ يَا أُمَّاهُ لَوْ كَانَتْ لَكِ مَائَةُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا مَا تَرَكْتُ دِيْنِي هٰذَا الشَّيْئِ.

’’اللہ کی قسم! اے ماں! اگر تیرے جیسی میری سو مائیں بھی ہوں اور ان کی میرے سامنے ایک ایک کر کے جان نکلتی جائے میں تب بھی اس دین کو نہیں چھوڑوں گا۔‘‘

اور ساتھ کہا اے ماں!

فَكُلِيْ اِنْ شِئْتِ اَوْ لَا تَاْكُلِيْ. ①

’’اگر چاہے تو کھا‘ نہ چاہے تو نہ کھا۔‘‘

جب حمنہ نے بیٹے کا اصرار دیکھا تو اپنی ضد چھوڑ دی اور کھانا پینا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ نے اسی پر یہ قرآن مجید کی آیت نازل کی۔

﴿وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۡ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۵﴾ ②

---

① تفسیر قرطبی (۱۳/۲۹۱) ② لقمان (۱۵)

”اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور دیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو ان کا کہنا مت مان اور دنیا میں اچھے طریقے سے ان کے ساتھ رہ اور اس شخص کے راستے پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے، پھر میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے، تو میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔“

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور پھر غزوہ میں آپ کیساتھ شریک رہے۔ حتی کہ جب فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ کے ساتھ حاضر ہوئے تو ماں حمنہ بنت سفیان کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہو گئیں اور بقیہ زندگی اسلام پر گزاری، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو زہرہ سے تھے جو آپ کے ننھیال تھا اسی لیے آپ ﷺ انھیں اپنا ماموں کہا کرتے تھے ایک دفعہ آپ نے کہا:

((هٰذَا خَالِي فَلْيُرِنِي امْرُؤٌ خَالَهُ)) ①

”یہ میرے ماموں ہیں کسی کا ایسا ماموں ہو تو مجھے دکھاؤ۔“

ایک رات رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْتَ رَجُلاً صَالِحًا مِنْ أَصْحَابِي يَحْرُسُنِي اللَّيْلَةَ))

”کاش میرے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک نیک آدمی میرا پہرا دے۔“

پھر سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسلحے کی جھنکار کے ساتھ تشریف لائے اور آپ ﷺ کا پہرا دیا، آپ ﷺ بے غم ہو کر سو گئے ②

سعد رضی اللہ عنہ بڑے ماہر تیر انداز تھے جنگ احد میں کافر چڑھتے چلے آ رہے تھے، انہوں نے ایسے تیر مارے کہ ایک کافر بھی آپ ﷺ تک نہ پہنچ سکا اس وقت آپ ﷺ نے سعد کو فرمایا:

((يَا سَعْدُ! ارْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي)) ③

”اے سعد! تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اسی طرح تیر اندازی کرتے رہو۔“

---

① الترمذی، المناقب (٣٧٥٢)

② صحیح بخاری (٧٢٣١) وصحیح مسلم (٢٤١٠) (٦٢٣٠)

③ صحیح بخاری، المغازی، باب ((اذ همت طائفتان ...... (٤٠٥٩)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا مقام مرتبہ کسی مسلمان سے پوشیدہ نہیں، اللہ تعالی نے آپ کو بہت سے اعزازات اور کمالات سے نوازا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو کوفے کا گورنر مقرر کیا تو بعض نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی شکایت لگائی کہ سعد ہمیں اچھی طرح نماز نہیں پڑھاتا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا تو سعد رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ میں تو ان کو عین سنت کے مطابق نماز پڑھاتا ہوں اور نماز کی ادائیگی میں ہرگز کسی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے بھی مطمئن تھے لیکن جواب سن کر مزید مطمئن ہو گئے۔ آپ نے مزید تحقیق کے لیے ایک شخص کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ کر دیا وہ مساجد میں جا کر آپ کے بارے میں رائے طلب کرتا اور ہر کوئی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں کلمہ خیر ہی کہتا۔ البتہ ایک شخص نے گستاخانہ انداز اختیار کیا اور آپ رضی اللہ عنہ پر تہمت لگاتے ہوئے تین باتیں کہیں۔

فَاِنَّ سَعْدًا كَانَ لَا يَسِيْرُ بِالسَّرِيَّةِ وَلَا يُقْسِمُ بِالسَّوِيَّةِ وَلَا يَعْدِلُ فِي الْقَضِيَّةِ.

"بلا شبہ سعد لشکر کے ساتھ نہیں جاتا، نہ برابری سے مال تقسیم کرتا ہے اور نہ ہی فیصلے میں انصاف کرتا ہے۔"

اس گستاخ شخص کی تینوں باتیں جھوٹ تھیں لیکن اس نے آپ کے مقام کو گرانے کے لیے آپ پر الزامات عائد کر دیے۔ چنانچہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بارگاہ الٰہی میں بددعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ عَبْدُكَ هٰذَا كَاذِبًا قَامَ رِيَاءً وَ سُمْعَةً فَاَطِلْ عُمْرَهُ وَ اَطِلْ فَقْرَهُ وَ عِرِّضْهُ لِلْفِتَنِ. ①

---

① تاریخ دمشق (٢٢/ ٢٣٤، ٢٣٣) صحیح، وسیر اعلام النبلاء (١/ ١١٤، ١١٣)

''اے اللہ! اگر یہ تیرا بندہ جھوٹا ہے ریا کاری اور دکھلاوے کے لیے کھڑا ہوا ہے تو اس کی عمر اور فقر کو لمبا کردے اور اس کو آزمائشوں میں مبتلا کر۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ یہ گستاخ ادھیڑ عمر میں غربت کی موت مرا اور آخر عمر میں اپنی بری حرکتوں کی وجہ سے بہت زیادہ ذلیل ہوا کرتا تھا اور ایسا کیوں نہ ہوتا؟ اللہ تعالیٰ تو بڑی وضاحت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکلیف دینے والے اور ان کے متعلق گستاخانہ انداز اپنانے والے بہت بڑا بوجھ کندھوں پر اٹھائے ہوئے ذلیل ہوتے ہیں۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴾①

''اور جو لوگ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو ان کے کسی قصور کے بغیر دکھ پہنچاتے ہیں تو انہوں نے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھالیا۔''

---

① الاحزاب (۵۸)

سیدہ عفراء بنت عبید رضی اللہ عنہا

والدہ سیدنا معوذ اور معاذ رضی اللہ عنہما

سیدہ عفراء کے والد محترم کا اسم گرامی عبید بن ثعلبہ انصاری اور والدہ کا نام رعاۃ بنت عدی تھا۔ ان کی پہلی شادی حارث بن رفاعہ سے ہوئی اور ان سے تین بیٹے معاذ، معوذ اور عوف پیدا ہوئے اور دوسری شادی حارث کی وفات کے بعد بکیر بن یالیل لیثی رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور ان سے چار بیٹے ریاس، عاقل، خالد اور عامر پیدا ہوئے۔ ①

سیدہ عفراء کے یہ ساتوں بیٹے غزوہ بدر میں شامل تھے، کتنی خوش نصیب ہے وہ ماں جس کے ایک ہی جنگ میں اسلام کی سربلندی کے لیے سات سات بیٹے شامل ہوں۔

آج بھی جب معوذ اور معاذ کا تذکرہ آتا ہے تو اس ماں کی پرورش اور عمدہ تربیت کی وجہ سے معوذ اور معاذ کو ابن عفراء کے نام سے جانا جاتا ہے۔ سیدنا معاذ، معوذ اور عوف سب بیعت عقبہ میں شامل تھے اور اسی وقت دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

اور جب معرکہ بدر سجا تو مبارزت کرتے ہوئے دشمنوں کی طرف سے عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ بن ربیعہ مقابلہ میں آئے اور مسلمانوں کی طرف سے ابن عفراء کے بیٹے عوف اور معوذ اور تیسرے عبداللہ بن رواحہ سامنے آئے۔ مگر قریش کے لوگوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے مقابلے میں ہمارے قبیلے کے لوگ آئیں تو رسول اللہ ﷺ عبیدہ بن حارث، امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ کو مقابلے کے لیے بھیجا۔ ②

سیدہ عفراء کے ساتوں بیٹے درجہ شہادت پا گئے اور اپنی ماں کو وہ اعزاز دے گئے جو کسی اور

---

① الاصابۃ (۸/۲٤۰)

② سنن ابی داود، الجہاد (٤٦٦٥)

ماں کو حاصل نہیں کہ جس کے سات سات بیٹے شہید ہوں، سیدہ عفراء کے چار بیٹے عوف ،معوذ، معاذ اور عاقل رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شہید ہوئے اور خالد معرکہ رجیع میں شہید ہوئے اسی طرح عامر معرکہ بیئر معونہ میں شہید ہوئے اور ایاس نے جنگ یمامہ میں شہادت پائی۔ ①

سیدہ کے بیٹے معوذ اور معاذ رضی اللہ عنہما نے جنگ بدر میں سردار قریش ابوجہل کو قتل کیا اور ایک تاریخ رقم کردی۔ آیئے صحیح بخاری پڑھتے ہیں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ بدر میں جب مجاہدین کی صف بندی ہوئی تو دو کم عمر لڑکے میرے دائیں بائیں موجود تھے میں دل میں سوچ رہا تھا کہ کفار کے ساتھ یہ پہلا معرکہ ہے اگر میرے دائیں بائیں مضبوط نوجوان ہوتے تو بوقت ضرورت ایک دوسرے کی معاونت ہوتی۔ یہ میرے ساتھی میرا کیا تعاون کرسکیں گے؟ ابھی یہ تصور میرے ذہن میں تھا کہ ایک لڑکے نے سوال کیا کہ اے چچا جان! ابوجہل کہاں ہے؟ آپ اسکو پہچانتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں جانتا ہوں، تجھے ابوجہل سے کیا واسطہ ہے؟

لڑکے نے غیرت ایمانی سے لبریز الفاظ میں جواب دیا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ میرے ہادی ومرشد حضرت محمد ﷺ کو گالی بکتا ہے۔ خدا کی قسم! میں اسکو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

تم صاحب قوت سہی مانا کہ ہم میں دم نہیں
اب آخری ہے فیصلہ یا تم نہیں یا ہم نہیں

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لڑکے کے جرات مندانہ کلمات نے مجھے حیرت میں ڈال دیا کہ منہ چھوٹا اور بڑی بات۔ ابھی میں اس لڑکے کا جواب دے ہی رہا تھا کہ دوسرے لڑکے نے مجھے یہی بات دھرائی۔

قسم اٹھائی ہے مریں گے یا ماریں گے ناری کو
سنا ہے کہ وہ گالیاں دیتا ہے محبوب باری کو

ابھی بچوں کی بات ختم نہیں ہوئی تھی کہ ابوجہل کفار کی صفوں میں گھومتا ہوا نظر آیا تو میں نے ان لڑکوں کو بتایا کہ وہ سامنے تمہارا مطلوب شخص نظر آرہا ہے۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ننھے

---

① الاصابة (٨/٢٤٠) وصفة الصفوة (٢/٧١)

شاہین ابو جہل پر شیر کی طرح لپکے اور اپنی تلواروں سے ایسی کاری ضربیں لگائیں کہ کفار کے سپہ سالار اور سرغنہ کو وہیں ڈھیر کر دیا اور اپنی تلواریں فضا میں لہراتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی کاروائی کا تذکرہ کیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تم میں سے کس نے ابو جہل کو قتل کیا ہے؟

دونوں نے دعوی کیا ایک کہتا تھا میں نے مارا، دوسرا کہتا تھا میں نے۔ آپ ﷺ نے پوچھا کیا تم نے اپنی تلواریں صاف کر لی ہیں؟ انہوں نے عرض کیا نہیں۔ آپ ﷺ نے خود انکی تلواروں کا معائنہ کیا تو وہ خون آلود تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم دونوں نے یہ کام سرانجام دیا ہے۔''①

دوسری روایت میں مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن مسعود ؓ کو ابو جہل کی حالت دریافت کرنے کیلئے بھیجا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے معرکہ میں جا کر دیکھا کہ لڑکوں نے اس کو اس قدر کاری ضربیں لگائی تھیں کہ وہ قریب المرگ تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے اسکی داڑھی پکڑ کر پوچھا کیا تو ہی ابو جہل ہے۔ تو اس نے جواب دیا کیا تم نے مجھ سے کوئی بڑا آدمی بھی مارا ہے؟ یہ اسکے تکبرانہ کلمات تھے۔ ②

حافظ ابن حجر ؒ نے اصابہ میں حضرت معاذ ؓ کے ترجمہ میں ذکر کیا ہے جب معاذ ؓ نے ابو جہل پر حملہ کیا تو اسکا لڑکا عکرمہ دوڑتا ہوا آیا اور اس نے حضرت معاذ ؓ پر حملہ کر کے اسکا بازو کاٹ دیا لیکن اس بازو کی شریانیں کچھ باقی تھیں جس کی وجہ سے وہ لٹک رہا تھا۔ وہ لڑکا اسی حالت میں کفار سے لڑتا رہا۔ جب اس نے دیکھا کہ بازو لڑنے میں رکاوٹ بنتا ہے تو اس نے پاؤں رکھ کر بازو جسم سے جدا کر دیا۔ وہ جرأت کا پہاڑ ایک ہی بازو سے حضرت عثمان ؓ کے دور خلافت تک اسلام کی خدمت کیلئے لڑتا رہا حتی کہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملا۔

---

① صحیح البخاری، فرض الخمس، باب من لم یخمس الاسلاب (۲۹۷۲)

② صحیح البخاری، المغازی، باب قتل ابی جہل (۳۷۴۵)

سیدہ جمیلہ بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا

والدہ عبداللہ بن حنظلہ اسدی رضی اللہ عنہ

سیدہ جمیلہ کی والدہ کا نام خولہ بنت منذر اور باپ کا نام عبداللہ بن ابی بن سلول جسے رئیس المنافقین کہا جاتا تھا۔ کیا شان ہے مالک کی۔ باپ پکا منافق بیٹا عبداللہ اور بیٹی جمیلہ سچے مسلمان۔ سیدہ جمیلہ کی کل چار شادیاں ہوئیں سب سے پہلی شادی صحابی رسول غسیل الملائکہ جناب حنظلہ بن ابی عامر اسدی رضی اللہ عنہ سے ہوئی وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ اور انہی سے عبداللہ بن حنظلہ پیدا ہوئے۔ ①

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما احد کے روز حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ کی شہادت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ صَاحِبَكُمْ تَغْسِلُهُ الْمَلَائِكَةُ))

”تمہارے ساتھی کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔“

اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنِّيْ رَأَيْتُ الْمَلَائِكَةَ تُغَسِّلُهُ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ بِمَاءِ الْمُزْنِ فِيْ صِحَافِ الْفِضَّةِ))

”میں نے دیکھا فرشتے زمین و آسمان کے درمیان حنظلہ کو غسل دے رہے ہیں چاندی کے برتنوں میں بادلوں کا پانی ڈال کر نہلا رہے ہیں۔“

فَسَأَلُوْا صَاحِبَتَهُ فَقَالَتْ: إِنَّهُ سَمِعَ الْهَائِعَةَ خَرَجَ وَهُوَ جُنُبٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((لِذٰلِكَ غَسَلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ))

---

① الاصابة (۸/۷۰)

''(اس کے متعلق جب) اس کی اہلیہ سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا: ''وہ ندائے جہاد سنتے ہی نکل گئے حالانکہ وہ جنبی تھے۔'' تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسی لیے اسے فرشتوں نے غسل دیا۔'' ①

واقدی نے اپنی مغازی میں اس واقعہ کی تفصیل کچھ اس طرح ذکر کی ہے:

''سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ نے ایک روز قبل ہی سیدہ جمیلہ سے شادی کی تھی، اگلے ہی دن غزوہ احد کا معرکہ پیش آ گیا، سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ نے رات گھر میں گزارنے کی اجازت مانگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ صبح اٹھے (غسل کیا) نماز ادا کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے لگے تو سیدہ جمیلہ کا اصرار بڑھا کہ ذرا ٹھہر جائیں، وہ ٹھہر گئے۔ بیوی کا حق ادا کیا، اور پھر احد کے لیے جانے لگے تو بیوی نے خاندان کے چار آدمیوں کو بلا لیا اور گواہ بناتے ہوئے کہنے لگی، میرے شوہر نے میرا حق ادا کر دیا ہے...... بعد میں ان لوگوں نے پوچھا کہ ہمیں گواہ بنانے کی تمہیں کیا ضرورت پیش آئی، تو سیدہ جمیلہ نے کہا، میں رات خواب دیکھا، آسمان پھٹا، حنظلہ اس میں داخل ہوئے اور آسمان دوبارہ پہلے کی طرح بند ہو گیا، میری سمجھ میں آ گیا کہ یہ تو حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی بات ہے۔ چنانچہ میں نے اس پر گواہ اس لیے بنایا تاکہ پتہ چل جائے کہ حنظلہ میرا خاوند ہے...... حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان سے پھر عبداللہ پیدا ہوئے۔'' ②

سیدہ حنظلہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدہ جمیلہ کی شادی ثابت بن قیس سے ہوئی ایک دفعہ ثابت بن قیس نے اپنی بیوی کو مارا جس سے ان کے ہاتھ کی ہڈی ٹوٹ گئی ان کے بھائی عبداللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت کو پیغام بھیجا اور حکم دیا کہ اس سے اپنا مال لے لو اور اسے فارغ کر دو۔

---

① مستدرک حاکم، ذکر مناقب حنظلہ بن عبداللہ/۱/۴۰۱)) رواء الغلیل/۷۱۳)

② المغازی للواقدی (۱/۲۳۸)

اور جمیلہ سے کہا کہ وہ اس کے بعد ایک حیض انتظار کرے اور اس کے بعد ایک حیض انتظار کرے اور اس کے بعد اپنے اہل خانہ سے جا ملے۔ ①

سیدہ جمیلہ کے ہاں ثابت بن قیس سے ایک محمد نامی بیٹا پیدا ہوا۔ پھر ان سے شادی مالک بن دخشم رضی اللہ عنہ (جو قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے) سے ہوئی اور ایک بیٹی فریعہ پیدا ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد سیدہ جمیلہ نے قبیلہ خزرج ہی کے اس فرد ضبیب بن لیاف رضی اللہ عنہ سے شادی کی جن سے عبداللہ پیدا ہوئے۔ ②

سیدہ جمیلہ کے بیٹے عبداللہ بن حنظلہ اور محمد بن ثابت معرکہ جراء میں شہید ہوئے تھے۔

---

① سنن النسائی، الطلاق، باب عدة المختلعه (٣٥٢٧)

② طبقات ابن سعد (٨/٢٨٤)

سیدہ شفا بنت عبداللہ ؓ

والدہ سیدہ سلیمان بن ابی حثمہ ؓ

سیدنا سلیمان بن ابی حثمہ ؓ کی والدہ محترمہ کا تذکرہ کرنے سے پہلے ہم ان کے بیٹے سلیمان ؓ کا تذکرہ کرتے ہیں جو کہ ایک عظیم صحابی رسول ﷺ تھے۔ سلیمان ؓ کا بچپن عہد رسالت میں گزرا ہے جبکہ جوانی جناب عمر فاروق ؓ کے زمانہ میں گزری ہے۔ جناب عمر فاروق ؓ نے انہیں عورتوں کی امامت پر مامور کیا ہوا تھا۔ وہ عورتوں کو مسجد کے صحن میں امانت کرواتے تھے۔ عموما رسول اللہ ﷺ کی غیر حاضری میں ایسا ہوتا تھا اور ابی بن کعب ؓ اور تمیم داری ؓ مردوں کو نماز پڑھاتے۔ دور عثمان غنی ؓ میں امامت کی ذمہ داری سلیمان بن ابی حثمہ ؓ کو دی گئی اور تمام مرد و زن کو ایک ہی امام کے پیچھے جمع کر دیا گیا۔①

حضرت ابوبکر بن سلیمان ؒ حضرت عمر بن خطاب ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے سلیمان بن ابی حثمہ کو نماز فجر میں حاضر نہ پایا۔ حضرت عمر ؓ صبح کے وقت بازار چلے گئے۔ سلیمان کا گھر مسجد اور بازار کے درمیان تھا۔ آپ سلیمان کی والدہ ''شفا'' کے پاس سے گزرے تو انہیں فرمایا: میں نے آج سلیمان کو نماز فجر میں نہیں دیکھا۔

انہوں نے جواب دیا:

اِنَّہٗ بَاتَ یُصَلِّیْ فَغَلَبَتْہٗ عَیْنَاہُ.

''وہ رات کو تہجد پڑھتے رہے تو ان پر نیند کا غلبہ ہو گیا۔''

(جس وجہ سے وہ نماز فجر میں حاضر نہیں ہو سکے)

حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا:

---

① طبقات ابن سعد (۱۸،۱۹/۵)

لِاَنْ اَشْهَدُ صَلٰوةَ الصُّبْحِ فِیْ جَمَاعَةٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَقُوْمَ لَیْلَةً. ①

”نماز فجر میں جماعت کے ساتھ حاضر ہونا میرے نزدیک ساری رات کے قیام سے زیادہ پسندیدہ ہے۔“

سیدنا سلیمان رضی اللہ عنہ جس طرح عظیم انسان تھے اسی طرح ان کی والدہ بھی عظیم صحابیہ تھیں۔ ان کی کنیت ام سلیمان تھی۔ اصل نام لیلیٰ تھا مگر شفا کے نام سے معروف ہوگئیں والد کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام فاطمہ بنت وصیب تھا۔ اور قبیلہ مخزوم سے تعلق رکھتی تھیں اور خاوند کا نام ابوحثمہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ تھا، فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا۔ ②

سیدہ شفا رضی اللہ عنہا نے قبل از ہجرت اسلام قبول کر کے ہجرت اولیٰ کی سعادت حاصل کی۔ ③

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ شفا رضی اللہ عنہا کو مدینہ میں ایک مکان بھی عنایت کیا تھا۔ جس میں وہ اپنے بیٹے سلیمان کے ساتھ رہتی تھیں۔ ④

رسول اللہ ﷺ ان کے گھر اکثر آتے جاتے رہتے تھے۔ اور کبھی کبھی قیلولہ بھی کیا کرتے تھے۔

سیدہ شفا رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے لیے ایک بستر تیار کیا تھا جس پر آپ ﷺ آرام فرماتے تھے سیدہ شفا رضی اللہ عنہا کے بعد یہ بستر سیدنا سلیمان رضی اللہ عنہ کے پاس رہا اور پھر ان سے یہ بستر مروان نے لے لیا تھا۔ ⑤

سیدہ شفا رضی اللہ عنہا احادیث کی مرویہ بھی ہیں۔ مثال کے طور پر ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔ سیدہ شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ کون سے اعمال افضل ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

---

① موطا، النداء للصلاة، باب ما جاء فی العتمة والصبح (٢٩٦) وصحیح الترغیب والترهیب (٤٢٣) ② الاصابة (٧٣/٧) ③ الاصابة (٢٠١/٨)

④ اسدا لغابة (٣٢٢/٥) ⑤ تهذیب الکمال (٢٠٧/٣٥)

"اللہ پر ایمان لانا، جہاد فی سبیل اللہ اور حج مبرور۔" ①

سیدہ شفا رضی اللہ عنہا نے بعد از اسلام بڑی عمدہ زندگی بسر کی اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی کئی ایک بہاریں دیکھیں، آپ ﷺ کے بعد ۹ سال زندہ رہیں اور ۲۰ھ میں اس دنیا کو چھوڑ کر چل بسیں۔ ②

---

① صحیح مسلم (٨٤) واحمد (٦/٣٧٢)

② الاعلام للذر کلی (٣/١٦٨)

سلافہ بنت سعد انصاریہ رضی اللہ عنہا

والدہ عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ

سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ ان کے والد غزوہ احد میں مشرکین کی طرف سے شامل ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ زمانہ اسلام سے قبل کلید برداری کا منصب انہی کے ہاتھ میں تھا۔ ①

سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ سے پہلے خالد بن ولید اور عمرو بن العاص کے ساتھ اسلام قبول کیا اور ۸ ہجری میں ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے اور سب سے پہلے غزوہ فتح مکہ میں شریک ہوئے۔ اس وقت کلید برداری کے منصب پر یہی فائز تھے، عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندان جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے لیے مکہ میں داخل ہوئے تو سخت رنجش میں تھا کیونکہ ان کے خاندان کے کئی افراد طلحہ ان کے چچا عثمان بن ابی طلحہ اور ابوسعید بن ابی طلحہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے چار بھائی مسافع بن طلحہ، حرث بن طلحہ، کلاب بن طلحہ اور جلاس بن طلحہ غزوہ احد میں مارے گئے تھے۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ مکہ داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ آپ کے جانثاروں کا قافلہ تھا جسے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کی والدہ سلافۃ بنت سعد دیکھ کر شدید غیظ وغضب کا اظہار کرنے لگی اور جا کر گھر بیٹھ گئی۔ بیت اللہ جو اس وقت تین سو ساٹھ بتوں سے بھرا پڑا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو بلایا اور فرمایا: عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے جا کر بیت اللہ کی چابی لے کر آؤ، عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے چابی تو والدہ محترمہ کے پاس ہے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئی۔

عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے پر والدہ کے پاس گئے اور کہا کہ چابی دے دو، اس

---

① اسدالغابۃ (۳/۳۷۲)

نے کہا:

وَاللَّاتِ وَالْعُزّٰی لَا أَدْفَعُهُ اَبَدًا.

''نہیں، مجھے لات اور عزیٰ کی قسم میں محمد ﷺ کو کبھی چابی نہیں دوں گی۔''

تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یَا اُمَّهُ اِدْفَعِیْهِ اِلَیَّ فَاِنَّهُ جَاءَ اَمْرٌ غَیْرُ مَا کُنَّا عَلَیْهِ اِنْ لَمْ تَفْعَلِیْ قُتِلْتُ اَنَا وَاَخِیْ شَیْبَةُ بْنِ طَلْحَةَ.

''اے اماں جان! ابھی چابی مجھے دے دو کیونکہ جسکا حکم آیا ہے وہ رد نہیں کیا جا سکتا اور اگر تو نے آج چابی واپس نہ کی تو میں اور میرا بھائی شیبہ بن طلحہ مارے جائیں گے۔''

سیدہ سلافہ رضی اللہ عنہا نے چابی دے دی، رسول اللہ ﷺ تک چابی لے کر عمر فاروق رضی اللہ عنہ پہنچے اور آپ ﷺ اسامہ بن زید، عثمان بن طلحہ بیت اللہ میں داخل ہوئے۔ خالد بن ولید دروازے پر کھڑے لوگوں کو ہٹا رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بیت اللہ میں تصاویر دیکھیں انبیاء اور فرشتوں کی اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا، حضرت ابراھیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کہ ان کے ہاتھوں قسمت آزمائی کے لیے تیر رکھے ہوئے تھے آپ ﷺ نے فرمایا:

((قَاتَلَ اللّٰهُ قَوْمًا یُصَوِّرُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُوْنَ))

''ہلاک کرے اور ایسی قوم کو جس نے یہ تصاویر بنائیں جو یہ تخلیق نہیں کر سکتے۔''

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ ان تمام تصاویر کو مٹا دیں اور انہوں نے سب تصاویر کو مٹا دیا صرف حضرت ابراھیم علیہ السلام کی چھوڑ دی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((یَا عُمَرُ اَلَمْ آمُرْكَ اَلَّا تَتْرُكَ فِیْهَا صُوْرَةً))

''اے عمر رضی اللہ عنہ! کیا میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ کسی بھی تصویر کو نہیں چھوڑنا۔''

اللہ ہلاک کرے ان کو جنہوں نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کے ہاتھوں میں تیر پکڑا دیئے، پھر

آپ ﷺ قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کرنے لگے۔

﴿مَا كَانَ إِبْرٰهِيمُ يَهُودِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝﴾ ①

"ابراہیم نہ یہودی تھا اور نہ نصرانی، بلکہ ایک طرف والا فرماں بردار تھا اور مشرکوں سے نہ تھا۔"

پھر آپ ﷺ نے اسامہ بن زید ؓ کو حکم دیا وہ پانی کا ایک ڈول لائے آپ ﷺ نے اس پانی کو بہا کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مجسمے کو مٹایا۔ اور پھر رسول اللہ ﷺ نے دیوار سے تین ہاتھ ہٹ کر دو یمینی ستونوں کے درمیان دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر تمام لوگوں کے لیے دروازہ بیت اللہ کا کھول دیا گیا سب سے پہلے عبداللہ بن عمر ؓ بیت اللہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ دروازے کے باہر کھڑے فرما رہے تھے۔

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ صَدَقَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ))

"نہیں ہے کوئی معبود مگر اکیلا اللہ اسکا کوئی شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور تمام لشکروں کو اکیلے نے شکست دے دی۔"

اور پھر آپ ﷺ نے لمبا وعظ فرمایا:

((يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ نَخْوَةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَتَعْظِيمَهَا بِالْآبَاءِ النَّاسُ مِنْ آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرَابٍ))

"اے قریش کے نوجوانو! بے شک اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی نحوست اور آباء کی بڑائی کی برائی کو دور کر دیا ہے۔ یاد رکھو! سارے کے سارے لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے تھے۔"

پھر آپ ﷺ نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

---

① آل عمران (٦٧)

﴿ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝۱۳ ﴾ ①

”اے لوگو! بے شک ہم نے تمھیں ایک نر اور مادہ سے پیدا کیا اور ہم نے تمھیں قومیں اور قبیلے بنا دیے، تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سے سب سے عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقوی والا ہے، بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا، پوری خبر رکھنے والا ہے۔“

سیدہ سلافۃ بنت سعد یہ سارے منظر دیکھ رہی تھی وہ اور قریب ہوگئی کہ دیکھے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دشمنوں اور تکالیف دینے والوں کو کیا سزا دیتے ہیں۔ کیا آپ ان کی گردنوں کو مارنے کا حکم دیتے ہیں یا جلاوطن کرتے ہیں۔؟

اتنے میں رسول اللہ ﷺ کی آواز بلند ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَا ذَا تَقُوْلُوْنَ وَمَا ذَا تَظُنُّوْنَ اَنِّیْ فَاعِلٌ فِیْكُمْ ؟))

”تم کیا کہتے ہو اب، اور میرے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے کہ میں اب کیا کرنے والا ہوں۔؟“

اہل مکہ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہنے لگے ہم آج خیر ہی کہتے ہیں اور کریم ابن کریم سے خیر ہی کی امید رکھتے ہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَقُوْلُ كَمَا قَالَ أَخِیْ یُوْسُفُ: ﴿ قَالَ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْكُمُ الْیَوْمَ ؕ یَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ۝ ﴾ (یوسف: ۹۲) اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ))

”اس نے کہا آج تم پر کوئی ملامت نہیں اللہ تمھیں بخشے اور وہ رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔“ ”میں بھی آج وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسف علیہ السلام نے کہا تھا کہ ”تم پر آج کے دن کوئی پکڑ نہیں ہے اللہ تمہیں معاف فرمائے وہی بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے“ بس تم آج سب چھوڑے ہوئے ہو، آزاد ہو۔“

اہل مکہ نے اچانک یہ بات سنی گویا ان کے دل اسے سچا ہی نہ سمجھ رہے تھے لیکن یہ حقیقت تھی

---

① الحجرات (۱۳)

کہ آپ نے تمام تکالیف اور مصائب کو بھلا کر سب کو معاف کر دیا تھا۔ اہل مکہ تو سن کے اتنے خوش ہوئے کہ جیسے انہیں آج پہلی مرتبہ خوشی ملی ہو اور وہ دوبارہ قبروں سے زندہ ہوئے ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ابراھیم پر دو رکعت پڑھی اور پھر زمزم پیا۔ سقایہ کا منصب ان دنوں بنی عبدالمطلب کے ہاتھوں تھا۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے ڈول سے آپ کو پانی پلایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی پیا اور پھر وضو کیا۔

لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضوء کے قطروں کو زمین پر گرنے نہ دے رہے تھے۔ بلکہ ان کو اپنے ہاتھوں میں اٹھا کر چہروں پر مل رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھ گئے، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد بیٹھ گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بیت اللہ کی چابی تھی اور فرمانے لگے

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! سقایہ کے ساتھ ساتھ کلید برداری بھی ہمیں ہی عنایت فرمادیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو پوچھا اور پھر عثمان رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ کی چابی عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں دیتے ہوئے فرمایا:

((هَاكَ مِفْتَاحُكَ يَا عُثْمَانُ ---اَلْيَوْمَ يَوْمُ بِرٍّ وَوِفَاءٍ))

''یہ چابی لے لو اے عثمان ---! آج تو نیکی اور وفاداری کا دن ہے۔''

اور ساتھ یہ فرمایا:

''اے عثمان یہ چابی تیری نسل میں رہے گی جو تم سے اس چابی کو چھینے گا وہ ظالم ہو گا۔''

عثمان رضی اللہ عنہ نے چابی اپنی والدہ سلافہ کے ہاتھ میں دے دی اس نے چابی پکڑی تو کہنے لگی مجھے تو یقین ہی نہیں ہو رہا۔ میری آنکھیں اس کی تصدیق ہی نہیں کر رہیں۔ میرا تو خیال تھا کہ آج آپ قتل و غارت کر کے بدلہ لیں گے یا جلا وطن کریں گے۔ لیکن آپ نے تو سب کو معاف کر دیا پہلے میرا خیال تھا کہ آپ اپنے چچا عباس اور بنی عبدالمطلب کو چابی اور پانی پلانے کا منصب دے دیں گے مگر آپ تو مشفق اور مہربان ایسے ہیں کہ رحمت و شفقت کی بہار

لے آئے ہیں اور اسکو سب پر بکھیر دیا ہے۔

پھر سلافۃ بنت سعد ؓ نے اپنے بیٹے عثمان ؓ سے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے چلو۔ میں کلمہ پڑھ کر ان سے بیعت کرنا چاہتی ہوں۔

سیدنا عثمان بن طلحہ ؓ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اے ماں کیا اب تو حق کو قبول کرنے والی ہو۔! سلافۃ بنت سعد ؓ نے کہا، ہاں میں حق کو قبول کرتی ہوئی کہتی ہوں۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. ①

''میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں۔''

آیئے تفسیر ابن کثیر سے اس واقعہ کو پڑھتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝﴾ ②

''بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے حق داروں کو ادا کر دو اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو یقیناً اللہ تمہیں یہ بہت اچھی نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

اس آیت کی شان نزول میں مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا اور اطمینان کے ساتھ بیت اللہ شریف میں آئے تو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا۔ حجر اسود کو اپنی لکڑی سے چھوتے تھے اس کے بعد عثمان بن طلحہ ؓ کو جو کعبہ کی کنجی بردار تھے بلایا ان سے کنجی طلب کی انہوں نے دینا چاہی اتنے میں حضرت عباس ؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اب

---

① امهات الصحابة (ص/١٠٠_١٠٥)

② النساء (٥٨)

یہ مجھے سونپ دیں تا کہ میرے گھرانے میں زمزم کا پانی پلانا اور کعبہ کی کنجی رکھنا دونوں ہی باتیں رہیں یہ سنتے ہی حضرت عثمان بن طلحہ ؓ نے اپنا ہاتھ روک لیا آپ ﷺ نے دوبارہ طلب کی پھر وہی واقعہ ہوا آپ نے سہ بارہ طلب کی حضرت عثمان نے یہ کہہ کر دے دی کہ اللہ کی امانت آپ کو دیتا ہوں آپ ﷺ کعبہ کا دروازہ کھول کر اندر گئے وہاں جتنے بت اور تصویریں تھیں سب توڑ کر پھینک دیں حضرت ابراہیم کا بت بھی تھا جس کے ہاتھ فال کے تیر تھے آپ ﷺ نے فرمایا:

اللہ ان مشرکین کو غارت کرے بھلا خلیل اللہ کو ان تیروں سے کیا سروکار؟ پھر ان تمام چیزوں کو برباد کر کے ان کی جگہ پانی ڈال کر ان کے نام ونشان مٹا کر آپ باہر آئے کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر آپ نے کہا کوئی معبود نہیں بجز اللہ کے وہ اکیلا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنے وعدے کو سچا کیا اپنے بندے کی مدد کی اور تمام لشکروں کو اسی اکیلے نے شکست دی پھر آپ نے ایک لمبا خطبہ دیا جس میں یہ بھی فرمایا کہ:

جاہلیت کے تمام جھگڑے اب میرے پاؤں تلے کچل دیئے گئے خواہ مالی ہوں خواہ جانی ہوں بیت اللہ کی چوکیداری کا اور حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب جوں کا توں باقی رہے گا اس خطبہ کو پورا کر کے آپ بیٹھے ہی تھے جو حضرت علی ؓ نے آگے بڑھ کر کہا حضور چابی مجھے عنایت فرمائی جائے تا کہ بیت اللہ کی چوکیداری کا اور حاجیوں کو زمزم پلانے کا منصب دونوں یکجا ہو جائیں لیکن آپ نے انہیں نہ دی مقام ابراہیم کو کعبہ کے اندر سے نکال کر آپ نے کعبہ کی دیوار سے ملا کر رکھ دیا اور اوروں سے کہہ دیا کہ تمہارا قبلہ یہی ہے پھر آپ طواف میں مشغول ہو گئے ابھی وہ چند پھیرے ہی پھرے تھے جو حضرت جبرئیل نازل ہوئے اور آپ نے اپنی زبان مبارک سے اس آیت کی تلاوت شروع کی ، اس پر حضرت عمر ؓ نے فرمایا: میرے ماں باپ حضور ﷺ پر فدا ہوں میں نے تو اس سے پہلے آپ کو اس آیت کی تلاوت کرتے نہیں سنا اب آپ نے حضرت عثمان بن طلحہ ؓ کو بلایا اور انہیں کنجی سونپ دی اور

فرمایا آج کا دن وفا، نیکی اور حسن سلوک کا دن ہے (یہ وہی عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کی نسل میں آج تک کعبۃ اللہ کی کنجی چلی آتی ہے) ①

---

① سیرة ابن هشام(٤٢/٤)وتفسير ابن كثير (٧٦٤/١)اسناده حسن

سیدہ کبشہ بنت رافع بن عبید رضی اللہ عنہا

والدہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ

سیدہ کبشہ بنت رافع انصاریہ خدریہ رضی اللہ عنہا ایک عظیم خاتون اور عظیم صحابی سعد بن معاذ کی والدہ ہیں۔ سیدہ کبشہ کی والدہ کا نام ام ربیع بنت مالک اور خاوند کا نام معاذ بن نعمان تھا۔ ان کی اولاد میں سعد، عمرو، ایاس، اوس، عقرب اور ام حزام ہیں۔

سیدہ کبشہ کی اولاد میں سب سے زیادہ مقام و مرتبہ پانے والے ان کے بیٹے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ تھے جو غزوہ جنگ میں تیر لگنے کی وجہ سے زخمی ہوئے اور بعد میں اسی زخم کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ جن کے جنازے میں ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی تھی۔ ان کا مختصر تذکرہ آخر میں کریں گے۔

سیدہ کبشہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت اسلام قبول کیا جب مدینہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ دعوت اسلام لے کر آئے تو سب سے پہلے ان کے بیٹے سعد نے اسلام قبول کیا اور پھر ان کی دعوت پر انکے سارے قبیلے نے اسلام قبول کیا مگر ان کے قبیلے میں سے سب سے پہلے کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا شرف ان کی والدہ سیدہ کبشہ رضی اللہ عنہا نے حاصل کیا تھا۔ ①

سیدہ اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ وہ ام سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے بیٹے سعد رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تعزیت کے لیے آئیں اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنانے لگیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے یہ فرمایا تھا:

”کیا تیرے آنسو خشک نہ ہوں گے؟ کیا تیرا غم ختم نہ ہوگا؟ تیرا بیٹا وہ پہلا

---

① الطبقات ابن سعد (۳۲/۳)

شخص ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ مسکرائے ہیں اور اس کے لیے عرش تھر تھرانے لگا۔''①

ایک حدیث میں آتا ہے جب ان کا جنازہ اٹھا کر قبرستان کی طرف لے جایا گیا تو ان کا وزن ہلکا تھا حالانکہ یہ کڑیل نوجوان تھے بھاری بھر کم تھے۔ مشرکین کو موقع مل گیا کہنے لگے اس (سعد) نے فلاں فلاں موقع پر غلطی کی تھی جس کے نتیجہ میں ان کا جنازہ اس قدر ہلکا ہے تو رسول اللہ ﷺ فوراً کہا نہیں نہیں یہ مشرک کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ الْمَلَائِكَةَ كَانَتْ تَحْمِلُهُ))②

''(اس کا جنازہ ہلکا اس لیے ہے کہ) اسے فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے۔''

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ ان خوش نصیب میں تھے کہ جن کے جنازے میں فرشتوں نے شرکت کی تھی۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو دفنانے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: (اے صحابہ کرام کیا تمہیں معلوم ہے؟)

((هٰذَا الَّذِيْ تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ))

''اس سعد کی محبت (میں یا موت کے غم میں) عرش لرز اٹھا ہے۔''

((وَفُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ السَّمَآءِ))

''اور اس سعد کیلئے آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔''

((وَشَهِدَهُ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ))③

''اور سعد کے جنازے میں ستر (۷۰) ہزار فرشتوں نے شرکت کی ہے۔''

نبی کریم ﷺ کو ایک دفعہ کسی نے ایک ریشم کا کپڑا تحفہ میں دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کپڑے کی نرمی اور ملائم پن کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے آپ ﷺ نے فرمایا:

---

① مسند احمد (٦/٤٥٦) و مجمع الزوائد (٣/٣٠٩)

② سیر اعلام النبلاء (١/٢٨٧) و ترمذی، المناقب (٣٨٤٩)

③ سنن نسائی، الجنائز، باب ضمة القبر وضغطته (٢٠٥٧) وصحیح

’’تم اس پر تعجب مت کرو، اللہ تعالیٰ نے جو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو جنت میں لباس دیا ہے وہ اس سے بھی کئی گنا نرم و ملائم ہے۔‘‘ ①

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس دن سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اس دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے ہاں گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی، اسے قبر میں رکھ کر مٹی برابر کردی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر تک تسبیحات پڑھیں پھر اللہ اکبر کہا ہم نے آپ کے ساتھ مل کر اللہ اکبر کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے پہلے تسبیحات پڑھیں اور پھر اللہ اکبر کہا۔ آپ نے ایسے کیوں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

’’قبر قدرے تنگ ہونے لگی پھر اللہ تعالیٰ نے اسے کشادہ کر دیا۔‘‘ ②

---

① ترمذی، المناقب، باب مناقب سعد بن معاذ (۳۷٤۷) حسن صحیح

② مسند احمد (۳/۳۷۷، ۳٦۰)

سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا

والدہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

فاطمہ بنت اسد بن ھاشم، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ اور عبدالمطلب کی بھتیجی تھیں۔ ان کا نکاح ابوطالب سے ہوا جن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔

خاندان ھاشم میں سے تھیں اور ابتداء اسلام میں اس کی معاونت میں پیش پیش تھیں۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کی کفالت میں بھی رہے اور یہ انہیں بیٹوں سے زیادہ پیار کرتی تھیں۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنی ماں کہا کرتے تھے۔ ابوطالب کی وفات کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئیں۔ جب مسلمان ہو کر ہجرت کی اجازت ملی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ یہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ فاطمہ بنت اسد سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی آتی ہیں، میں پانی بھروں گا اور ہر کام کروں گا اور وہ چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں آپ کی مدد کرے گی۔

ان کی اولاد میں مشہور حضرت علی، حضرت جعفر طیار اور عقیل رضی اللہ عنہم ہیں۔ صاحب اصابہ رقمطراز ہیں:

> ”وہ نہایت صالح خاتون تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زیارت کو تشریف لاتے اور ان کے گھر میں آرام کرتے تھے“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں وفات پا گئی تھیں۔ جب فوت ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی قمیص کا کفن پہنایا اور قبر میں اتر کر لیٹ گئے۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قمیص کیوں پہنائی اور قبر میں کیوں لیٹے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّهُ لَمْ يَكُنْ بَعْدَ أَبِيْ طَالِبٍ أَبَرَّ بِيْ فِيْهَا))

''ابوطالب کے بعد میرے ساتھ حسن سلوک اس سے زیادہ کسی نے نہیں کیا۔''

((إِنَّمَا أَلْبَسْتُهَا قَمِيْصِيْ لِتُكْسِيَ مِنْ حُلَلِ الْجَنَّةِ))

''اور قمیص اس لیے پہنائی ہے تاکہ روز قیامت انہیں جنت میں سے عمدہ لباس ملے۔''

((وَاضْطَجَعْتُ فِيْ قَبْرِهَا لِيَهُوْنَ عَلَيْهَا عَذَابُ الْقَبْرِ))①

''اور ان کی قبر میں لیٹا اس لیے ہوں تاکہ ان پر قبر کا عذاب ہلکا ہو جائے۔''

ایک روایت میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((رَحِمَكِ اللّٰهُ يَا أُمِّيْ بَعْدَ أُمِّيْ تَجُوْعِيْنَ وَ تُشْبِعِيْنَنِيْ وَتَعْرِيْنَ وَ تَكْسِيْنَنِيْ وَ تَمْنَعِيْنَ نَفْسَكِ طَيِّبًا وَ تُطْعِمِيْنَنِيْ، تُرِيْدِيْنَ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ اللّٰهِ الَّذِيْ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ، اِغْفِرْ لِأُمِّيْ فَاطِمَةَ بِنْتِ أَسَدٍ وَلَقِّنْهَا حُجَّتَهَا، وَوَسِّعْ عَلَيْهِ مُدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ فَإِنَّكَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ))

''اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے اے میری ماں تو ہی میری ماں کے بعد میری ماں تھی خود تو بھوکی رہتی اور مجھے پیٹ بھر کر کھلاتی خود آپ کے پاس کپڑا نہ ہوتا پر مجھے کپڑا بھی پہناتی، عمدہ چیز کو اپنے سے روکتی اور مجھے کھلاتی، اور یہ سب کچھ آپ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کے ارادہ سے کرتی تھیں۔ اللہ ہی وہ ذات ہے جو زندہ کرتی ہے اور مارتی ہے۔ وہ زندہ موت نہیں آتی (اے اللہ!) میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما، اور ان کو حجت کی تلقین

---

① الاصابة (١١٥٨٨) والاستيعاب (٣٥٠٠) و أعلام النبلاء (٤/٣٣) والدر المنثور (٣٥٨) تجريد أسماء الصحابة (٢/٢٩٣) و تلقيح فهوم أهل الأثر (٣١٧)

فرما۔ اور اپنے نبیؐ اور دوسرے انبیاء کی حقانیت کے ساتھ جو پہلے آ چکے ہیں اس کی قبر کو کشادہ فرما، یقیناً تو تو سب سے رحم کرنے والا ہے۔“

دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ سب کچھ قبر میں دفنانے کے وقت کہا تھا۔ ①

فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے شوہر ابو طالب نبی ﷺ کا بڑا خیال رکھا کرتے تھے‘ نبی ﷺ کی بھی بہت کوشش تھی کہ وہ اسلام قبول کر لیں مگر ایسا نہ ہو سکا۔

لڑکوں میں سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا وہ جناب علی رضی اللہ عنہ تھے جو کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے تھے اور عورتوں میں سے جس نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں اور غلاموں میں سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا وہ جناب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

اماں عائشہ رضی اللہ عنہا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ:

كَانَ مَا عَلِمْتُ صَوَّامًا قَوَّامًا.

”جہاں تک مجھے علم ہے وہ بڑے روزہ دار اور عبادت گزار تھے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس اعتبار سے بھی خاصی فوقیت حاصل ہے کہ وہ دامادِ رسول ﷺ تھے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا‘ جو جنتی عورتوں کی سردار ہیں‘ کی شادی آپ رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی۔ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے آپ کی اولاد حسن و حسین و محسن، زینب اور اُمّ کلثوم رضی اللہ عنہم پیدا ہوئی۔ ②

حضرت بریدہ بن حصیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ابوبکر اور عمر علیہم السلام نے آپ ﷺ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ کی بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّهَا صَغِيْرَةٌ)) ③

---

① مجمع الزوائد (٩/٢٥٦) و جمع الجوامع (٤/٣٢٦) (١٢٥٣٩) و مستدرك حاكم (٣/١٠٨) ② ابن اثير (٤/١٢٠) (٤/١٥٦) ③ السنن الكبرىٰ للنسائی، الخصائص (٥/١٤٣)(٨٥٠٨) وابن حبان (٦٩٤٨) صحيح

"فاطمہ ابھی چھوٹی ہیں۔"

اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رشتہ طلب کیا تو آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو گھر میں نہ پایا تو آپ نے فرمایا تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں۔ وہ بولیں کہ میرے اور انکے درمیان کچھ تنازعہ ہو گیا ہے تو وہ مجھ پر ناراض ہو کر چلے گئے اور میرے ہاں نہیں سوئے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص سے کہا کہ دیکھو کہ وہ (علی رضی اللہ عنہ) کہاں ہیں۔ وہ دیکھ کر آیا اور اس نے کہا وہ مسجد میں سو رہے ہیں رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور وہ لیٹے ہوئے تھے۔ انکی چادر ان کے پہلو سے ہٹی ہوئی تھی جس کی وجہ سے ان کے جسم پر مٹی لگ چکی تھی تو رسول اللہ ﷺ انکے جسم سے مٹی جھاڑتے جا رہے تھے۔ اور یہ فرماتے جا رہے تھے۔

((قُمْ یَا اَبَا تُرَاب))①

"اے ابوتراب اٹھو۔۔!"

سہل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے دن فرمایا: میں کل کو یہ پرچم ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت رکھتے ہیں سہیل کہتے ہیں کہ لوگوں نے وہ رات بڑی بے چینی سے گزاری کہ دیکھئے کل کسے پرچم عطا ہوتا ہے۔

جب صبح ہوئی تو لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے اور ہر ایک اس پرچم کے ملنے کا خواہش مند تھا آپ ﷺ نے فرمایا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ عرض کیا گیا یا رسول اللہ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں آپ نے فرمایا ان کے پاس آدمی بھیج کر انہیں بلاؤ چنانچہ انہیں بلایا گیا تو آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں میں لگا کر ان

---

① بخاری، الصلاۃ، باب نوم الرجل فی المسجد (٤٤١) (٦٢٠٤)

کے لئے دعا کی تو وہ ایسے تندرست ہو گئے گویا انہیں کوئی تکلیف ہی نہ تھی تو آپ نے انہیں پرچم دے دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں ان سے اس وقت تک جہاد کرتا رہوں جب تک وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں آپ نے فرمایا تم سیدھے جا کر ان کے میدان میں اتر پڑو۔

((ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الْإِسْلَامِ وَأَخْبِرْهُمْ بِمَا يَجِبُ عَلَيْهِمْ فَوَاللّٰهِ لَأَنْ (لِأَنْ) يُهْدَى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمُرِ النَّعَمِ))①

''پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اور اسلام میں اللہ کے جو حقوق ان پر واجب ہوں گے وہ بتاؤ قسم خدا کی! تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو (اسلام کی طرف) ہدایت فرما دینا تمہارے لئے سرخ (عمدہ) اونٹوں سے بہتر ہے۔''

سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کی اولاد میں نامور بیٹا سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ ہجرت حبشہ میں بطور امیر شریک ہوئے اور نجاشی کے سامنے اپنے قافلہ کی قیادت کرتے ہوئے سورۃ مریم کی چند آیات تلاوت کیں جس سے نجاشی کا دِل بہل گیا اور مہاجرین کو باخوشی حبشہ میں رہنے کی اجازت دے دی۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے مدینہ آنے کے چھ سال بعد تک حبشہ ہی میں رہے۔

۷ھ میں وہ حبش سے مدینہ آئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ خیبر فتح ہو چکا تھا اور مسلمان اس کی خوشی منا رہے تھے کہ مسلمانوں کو اپنے ان دور افتادہ بھائیوں کی واپسی کی دوہری خوشی حاصل ہوئی۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سامنے آئے تو آپ ﷺ نے ان کو گلے سے لگایا اور پیشانی چوم کر فرمایا: ''میں نہیں جانتا کہ مجھ کو جعفر کے آنے سے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے'' غزوہ موتہ جو جمادی الاولیٰ ۸ھ میں ہوا۔ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔ آپ ﷺ نے یہ خبر ان کے اہل عیال کو دی اور ساتھ فرمایا:

---

① صحیح بخاری، الجهاد والسير، باب دعاء النبي الناس الى الاسلام (۲۹۴۲) وابو داؤد (۳۶۶۱)

’’ان کا خیال رکھنا یہ اس خبر سے مدہوش ہیں‘‘

پھر آپ ﷺ کو عرصہ تک شدید غم رہا، یہاں تک کہ روح الامین نے یہ بشارت دی کہ اللہ نے جعفر رضی اللہ عنہ کو دو کٹے ہوئے بازوؤں کے بدلہ میں دو نئے بازو عنایت کیے ہیں، جن سے وہ ملائکہ جنت کے ساتھ مصروف پرواز رہتے ہیں۔ چنانچہ ذوالجناحین اور طیار ان کا لقب ہو گیا۔①

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((رَاَیْتُ جَعْفَرَ بْنَ اَبِی طَالِبٍ مَلَکًا یَطِیْرُ مَعَ الْمَلَائِکَةِ بِجَنَاحَیْنِ))

’’میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو جنت میں بادشاہ بن کر فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہوئے دیکھا ہے۔‘‘

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ جَعْفَرًا یَطِیْرُ مَعَ جِبْرِیلَ وَمِیْکَائِیْلَ لَهُ جَنَاحَانِ عَوَّضَهُ اللّٰهُ مِنْ یَدَیْهِ))②

’’جعفر تو جبرائیل اور میکائیل کے ہمراہ پرواز کر رہے ہیں اس کے دو پر ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انکے دو ہاتھوں کے بدلے میں عطا کیے ہیں۔‘‘

---

① طبقات ابن سعد (٤/١/١٣٣)۔ مستدرك حاكم (٣/٢٠٩)

② مستدرك حاكم: ٣/٢١٠، ٢٠٩ (٤٩٣٥) حسن، طبرانی كبير: ٢/١٠٧ (١٤٦٧)

سیدہ ہالہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

والدہ ابو العاص رضی اللہ عنہ

یہ سیدہ خدیجہ کی بہن خویلد بن اسد بن عبدالعزی کی بیٹی اور رسول اللہ ﷺ کی سالی ہیں۔ ان کی والدہ کا نام فاطمہ بنت زائدہ ہے۔ یہ مشرف با اسلام ہوئیں اور خدیجہ کبری کی وفات کے بعد تک زندہ رہیں۔ یہ نبی کریم ﷺ کے بعد آیا جایا کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ مدینہ میں آئیں تو آپ نے انھیں بے حد عزت دی، ان کا نکاح ربیع بن عبدالعزی سے ہوا۔ ہالہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جسکا نام ابو العاص رکھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس بھانجے کے ساتھ اپنی بڑی بیٹی زینب بنت محمد رضی اللہ عنہا کی شادی کروائی۔ ①

دامادِ رسول ابو العاص غزوہ بدر میں مشرکین کی طرف سے شامل ہوئے اور قیدی بن کر مدینہ میں آ گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں کہ: جب مکہ کے لوگوں نے اپنے قیدی چھڑوانے کے لیے مال بھیجنا شروع کیا تو اللہ کے رسول ﷺ کی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے خاوند ابو العاص بن ربیع کو چھڑوانے کے لیے بھی مال بھیجا۔ اس مال میں ان کا ایک ہار بھی تھا۔ یہ ہار وہ تھا کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بیٹی کو ابو العاص کی دلہن بنا کر رخصت کیا تھا تو یہ ہار اس کے گلے میں ڈالا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جب یہ ہار دیکھا تو آپ موم ہو گئے۔ آنسو چھلک پڑے اور آپ ﷺ صحابہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگے:

> ”تمہارا کیا خیال ہے کہ اگر تم زینب کا قیدی رہا کر دو اور زینب کا ہار اسے واپس لوٹا دو۔“

صحابہ نے کہا: ”ٹھیک ہے، اے اللہ کے رسول ﷺ!“ اور پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ہار واپس لوٹا دیا۔ ابوداؤد میں یہ بھی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ابو العاص کو رہا کرتے ہوئے یہ وعدہ

---

① اسد الغابة (۷۳۳۲)

لے لیا کہ وہ جاتے ہی زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ روانہ کر دے گا۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور انصار کے ایک آدمی کو بھیجا اور حکم دیا:

> ''تم دونوں 'یاجج' مقام کے دامن میں ٹھہر جانا اور جب زینب رضی اللہ عنہا تمہارے قریب سے گزرے تو تم ساتھ چل پڑنا اور یہاں مدینہ لے آنا۔''①

ابوالعاص قیدی بن کر آئے تھے، رسول کریم ﷺ کے داماد تھے۔ جب آپ ﷺ نے بیٹی زینب رضی اللہ عنہا کا بھیجا ہوا ہار دیکھا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آ گئیں، وہی خدیجہ رضی اللہ عنہا جو عرب کی مالدار ترین تاجر خاتون تھیں، وہ کہ جنھوں نے اپنا سارا مال اسلام کے لیے رسول کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ جی ہاں! آج اسی خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد آ گئی۔ بیٹی کی رخصتی کا منظر یاد آ گیا۔ باپ جو مدینے کا حکمران، سپریم کمانڈر اور فاتح بدر ہے۔ آپ ﷺ کی آنکھیں چھلک پڑیں، سوچا ہوگا کہ بیٹی نے ماں کی نشانی گلے سے اتار کر باپ کی خدمت میں بھیج دی ہے۔

قربان جاؤں، ایسے حکمران پر! دنیا نے آج تک نہ دیکھا ہوگا کہ وہ حکمران باقی مال تو رکھ لیتا ہے کہ عدل کا یہی تقاضا ہے، صرف ایک ہار واپس بیٹی کو بھیجنے کا کہہ رہا ہے مگر خود کوئی فیصلہ نہیں سنا رہا معاملہ صحابہؓ کے سپرد کر دیا ہے کہ اگر تم مسلمان اجازت دو تو اپنی بیٹی کے بارے میں ہار کی واپسی کا فیصلہ کرلوں۔ لوگو! یہ دنیا جمہوری نظام کے لیے پھرتی ہے، عوامی راج کی باتیں ہیں، اللہ کی قسم! عوامی راج کا جو نمونہ مدینہ کے حکمران نے پیش کیا ہے، کوئی ایسا حکمران ہے جو اس کی مثال پیش کر سکا ہو......؟ آج تک کوئی ایک ہی مثال ایسی ہو؟

جس دن اللہ کے رسول ﷺ فاتح بدر ہو کر مدینہ میں داخل ہوئے اسی دن آپ ﷺ کی بیٹی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو ان کے خاوند حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دفن کر کے فارغ ہوئے تھے②

---

① ابوداود (٢٦٩٢) و مستدرك حاكم (٣/٢٣) (٤٣٠٦) حسن

② مستدرك حاكم (٣/٢١٧، ٢١٨) حسن

اور پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ہار سامنے آ گیا، یوں باپ کا غم کئی گنا بڑھ گیا۔ خوشیوں کے ساتھ غمیاں، غموں کے ساتھ خوشیاں، یہ اللہ کا نظام ہے اور اللہ کے محبوب بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ ادھر ابو العاص نے وعدہ پورا کر دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا مدینہ میں آ گئیں، بعد میں ابو العاص مسلمان ہو گئے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی نکاح پر بیٹی کو ابو العاص رضی اللہ عنہ کے گھر بھیج دیا۔

اگر چہ ابو العاص کا عہد رسالت کا زیادہ زمانہ حالت کفر میں گزرا لیکن انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیشہ بھلائی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیشہ ان کا ذکر خیر کے ساتھ ہی کیا۔ ①

---

① الاصابة(۷/ ۱۲۰)

سیدہ صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا

والدہ سیدنا زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

یہ سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن ہیں۔ ان کا پہلا نکاح حارث بن حرب بن امیہ سے ہوا تھا وہ مر گیا تو نکاح ثانی عوام بن خویلد بن اسد سے ہوا عوام حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے برادر حقیقی تھے اس نکاح سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ یعنی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔

مسائب بن العوام بھی ان کے فرزند ہیں جو غزوہ بدر و خندق میں اور جنگ یمامہ میں نبرد آزما ہوئے تھے۔ صفیہ رضی اللہ عنہا نے غزوہ خندق میں ایک یہودی کو بھی قتل کیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مال غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا تھا انہوں نے اپنی قوتِ ایمانیہ کا کمال جنگ احد میں دیا حمزہ رضی اللہ عنہ جیسے بھائی کو خاک و خون میں دیکھا۔ ان کی لاش کو بے حرمت شدہ پایا پھر بھی نہ روئیں نہ چلائیں بلکہ دعا کر کے چلی آئیں۔ ①

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

احد کے دن ایک خاتون انتہائی تیزی کے ساتھ چلتی ہوئی آ رہی تھی حتی کہ وہ اس قدر قریب آ گئی کہ شہیدوں کے پاس پہنچ کر ان پر نظر ڈالنے ہی والی تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے گوارا نہ کیا' کہ یہ خاتون ان شہداء کو دیکھے (جن کی لاشوں کا مثلہ کیا گیا تھا) چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی: ''عورت، عورت (اسے روکو۔)''

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس خاتون کو پہچان چکا تھا کہ یہ تو حضرت

---

① عیون الأثر (۲/۳۹۰) والسیر (۲/۲۶۹)

صفیہ رضی اللہ عنہا (زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن) ہیں۔ چنانچہ میں ان کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھا اور قبل اس کے کہ وہ شہیدوں کے پاس جا پہنچیں، میں ان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بڑی مضبوط اعصاب والی اور باہمت خاتون تھیں، انہوں نے میرے سینے پر زور سے ہاتھ مار کر دھکا دیا اور کہا دور ہٹ جا میرے راستے سے، پرے ہو جا۔ میں نے عرض کیا: ”(امی جان!) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے کا کہا ہے، وگرنہ میری کیا مجال کہ میں آپ کو روکوں۔“ یہ سن کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہو گئیں۔ اب کے انہوں نے دو کپڑے نکالے جو وہ اپنے ساتھ لائی تھیں اور مجھے کہنے لگیں:

> ”یہ دو کپڑے ہیں، میں ان کپڑوں کو اپنے بھائی حمزہ کے لیے لائی تھی، کیوں کہ مجھے خبر ملی تھی وہ شہید ہو گئے ہیں۔ ان دونوں کپڑوں میں حمزہ کو کفن دے دو۔“

ہم نے ان کپڑوں کو لے لیا تاکہ (ماموں جان) جناب حمزہ کو ان میں کفن دے دیں۔ کفن پہنانے لگے تو کیا دیکھتے ہیں کہ جناب حمزہ کے ایک جانب ایک انصاری کی لاش پڑی ہے۔ ان کی لاش کو بھی اسی طرح چیرا پھاڑا گیا تھا جس طرح جناب حمزہ کی لاش کو چیرا پھاڑا گیا ہے، اب اگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دو کپڑوں میں کفن دیتے ہیں تو انصاری کے لیے ایک کپڑا بھی نہیں بچتا۔ چنانچہ ہم نے ایک کپڑے میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے میں انصاری کو کفن دے دیا۔ ان چاروں میں سے ایک چادر چھوٹی تھی اور دوسری بڑی۔ اب ہم نے حضرت حمزہ اور انصاری رضی اللہ عنہما کے درمیان قرعہ ڈالا اور پھر جس کی قسمت میں جو چادر تھی اس میں اسے کفن دے دیا۔ ①

صفیہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سب سے نامور ان کے صاحبزادے زبیر بن عوام ؓ اسماء کے شوہر ،صدیق اکبر کے داماد رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سولہ برس کی عمر میں نورِ ایمان سے منور ہوئے۔ معرکہ بدر میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ زرد عمامہ باندھے ہوئے تھے، رسول اللہ

---

① مسند احمد(۱/۱۶۵) (۱۴۲۲)و السنن الکبرٰی للبیہقی(۳/۴۰۱) (۶۶۸۴)حسن

ﷺ نے فرمایا کہ آج ملائکہ بھی اس وضع میں آئے ہیں۔ غزوہ اُحد وخندق میں بڑی جاںنثاری کے ساتھ شریک ہوئے۔ غزوۂ خیبر اور فتح مکہ میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب جنگ جمل ہوئی تو آپ رضی اللہ عنہ نے کنارہ کشی کرتے ہوئے واپس مدینے کی راہ لی، لیکن راستے میں جبکہ آپ رضی اللہ عنہ حالت سجدہ میں تھے عمرو بن جرموز نے غداری کر کے تلوار سے شہید کر دیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر چونسٹھ برس تھی اور ۳۶ھ میں رحلت فرمائی۔ ①

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے مکہ میں ایک شیطانی آواز سنی کہ محمد ﷺ کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔ یہ اس وقت کا قصہ ہے جب کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اسلام لا چکے تھے۔ آواز سن کر انہوں نے اپنی تلوار میان سے نکالی اور تیزی کے ساتھ گلیوں میں پھرے اور دوڑے یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''کیا حال ہے؟'' حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے سنا تھا کہ آپ ﷺ گرفتار کر لیے گئے ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: ''تو تم کیا کرتے؟'' انہوں نے عرض کیا کہ میں اپنی تلوار سے اس آدمی کو مارتا جس نے آپ کو پکڑا ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو اور ان کی تلوار کو دعا دی اور فرمایا واپس چلے جاؤ۔

دَعَالِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَ لِوَلَدِیْ وَ وَلَدِ وَلَدِیْ ②

''رسول اللہ ﷺ نے میرے لیے، میری اولاد کے لیے اور میری اولاد کی اولاد کے لیے دعا فرمائی۔''

یہ پہلی تلوار تھی جو اسلام میں اللہ کے راستہ میں کھینچی گئی۔

غزوۂ خندق میں ان کی کارکردگی اتنی بے مثال تھی کہ زبانِ رسالت مآب ﷺ سے انہیں اپنے حواری کا خطاب ملا۔

---

① الاستیعاب (۲/۵۱۰ ـ ۵۱۶) وحیاة الصحابة (۳/۱۶۲)

② حیاة الصحابة (۳/۱۶۲) والمنتخب (۵/۷۰) ومجمع الزوائد (۹/۱۵۰) والاوائل للطبرانی (۵٤)

سخت سردی، طوفان، باد و باراں اور تاریکی میں کفار کی خبر لانے کے لیے جب آپ ﷺ نے تین مرتبہ پکارا کہ کون اس قوم کی خبر لائے گا؟ ۔ تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہر مرتبہ بڑھ کر عرض کی ''میں''۔ آپ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا:

((إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ حَوَارِيًّا وَإِنَّ حَوَارِيَّ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ))①

''ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں اور میرا حواری زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ہے۔''

زر بن حبیش رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس تھا: کہ (زبیر رضی اللہ عنہ کے قاتل) ابن جرموز نے اندر آنے کی اجازت مانگی تو علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ابن صفیہ (زبیر رضی اللہ عنہ) کے قاتل کو آگ کی ''خوشخبری'' دے دو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

''ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیر ہے۔''②

---

① صحیح بخاری، الجهاد والسير، باب هل يبعث الطليعة وحده (٢٨٤٧)

② مسند احمد (٨٩/١) (٦٨٠) حسن

سیدہ برکت ام ایمن رضی اللہ عنہا

والدہ سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ

سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کا اصل نام برَکَتْ تھا ان کے ساتھ عبید بن الحارث الخزرجی نے شادی کی اور ان سے سیدنا ایمن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، عبید بن الحارث الخزرجی رضی اللہ عنہ نے ہجرت اور جہاد میں بھرپور حصہ لیا اور غزوہ حنین میں جام شہادت نوش کر گئے۔ پھر ان سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے شادی کی، جس سے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب نظر صحابی تھے۔ ①

امام ذہبی رحمہ اللہ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کا ہمیں تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ”سیدہ ام ایمن حبشیہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کی کنیز تھیں جو آپ ﷺ کو اپنے والد سے ورثے میں ملی تھیں۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی والدہ کے وفات پانے کے بعد آپ کی دیکھ بھال کے سلسلے میں ماں کا سا کردار ادا کیا، جب رسول اللہ ﷺ نے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ام ایمن رضی اللہ عنہا کو آزاد کر دیا تھا۔ انہیں پہلے مرحلے میں ہجرت کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔“

مہاجرین اپنے دین کی حفاظت اور قریش کی پکڑ دھکڑ کے خوف سے مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے۔ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا بھی ہجرت اختیار کرنے والی خواتین میں شامل تھیں۔ راستے میں سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک ایسا حیرت انگیز واقعہ پیش آیا کہ قلم بیان کرنے سے عاجز دکھائی دیتا ہے۔

عثمان بن قاسم سے روایت ہے کہ راستے میں ایک جگہ سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا کو انتہائی شدت کی پیاس لگی۔ قرب وجوار میں پانی کا نام ونشان نہیں تھا، وہ پیاس کی شدت کی

---

① سیر اعلام النبلاء (٢/٢٢٤،٢٢٣)

وجہ سے جان بلب تھی تو آسمان سے ایک ڈول لٹکا، وہ سفید رسی کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ آپ کے چہرے کے سامنے آ کر رک گیا تو انہوں نے پانی پیا۔ سیدہ ام ایمن ؓ فرمایا کرتی تھیں کہ اس کے بعد کبھی مجھے پیاس نہیں لگی، میں نے سخت ترین گرم موسم میں روزے رکھے، لیکن مجھے ذرا برابر پیاس محسوس نہیں ہوئی۔ ①

آپ انہیں بھی ماں کا رتبہ دیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے:

((أُمُّ أَيْمَنَ أُمِّيْ بَعْدَ أُمِّيْ)) ②

”ام ایمن میری حقیقی ماں کے بعد میری ماں ہے۔“

سیدنا انس ؓ سے روایت ہے کہ ابوبکر صدیق ؓ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سیدنا عمر ؓ سے کہا:

ہمارے ساتھ سیدہ ام ایمن ؓ کے پاس چلو، ہم انکی زیارت کریں۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ ان سے ملاقات کیلئے جایا کرتے تھے۔ پس ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رو پڑیں۔ انہوں نے کہا کہ کیوں روتی ہو؟ کیا تم نہیں جانتیں کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ سیدہ ام ایمن ؓ نے فرمایا:

مَا أَبْكِي أَنْ لاَ أَكُوْنَ أَعْلَمُ أَنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِرَسُوْلِهِ وَلٰكِنْ أَبْكِي أَنَّ الْوَحْيَ قَدِ انْقَطَعَ مِنَ السَّمَاءِ فَهَيَّجَتْهُمَا عَلَى الْبُكَاءِ فَجَعَلاَ يَبْكِيَانِ مَعَهَا.

”میں اس لیے نہیں رو رہی کہ میں یہ بات نہیں جانتی کہ اللہ کے پاس جو ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے زیادہ بہتر ہے (یقینا میں یہ جانتی ہوں) لیکن میں تو اس لیے رو رہی ہوں کہ آسمان سے وحی کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ پس (اس بات نے) ان دونوں کو بھی رونے پر مجبور کر دیا اور وہ بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔“ ③

---

① طبقات ابن سعد (٨/٢٢٤) ② الاستیعاب (٣٢٥٢)

③ صحیح مسلم، الفضائل، باب من فضائل أم ایمن (٦٣١٨)

نبی کریم ﷺ کے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما اپنی ماں ام ایمن کا فرمانبردار بیٹا ماں جو کہتی بیٹا کرتا ایک دن ماں نے کہا بیٹا ''جمار'' کھانے کی خواہش ہے جمار اس مغز کو کہتے ہیں جو کھجور کے درخت کے درمیانی حصے میں ہوتا ہے (یعنی لکڑی کا گودا) وہ مغز اسی صورت میں نکالا جا سکتا ہے جس درخت کو جڑ سے کاٹ دیا جائے ان کا مدینہ منورہ میں کھجور کا ایک عمدہ باغ تھا جس میں تقریباً ایک ہزار کھجوروں کے درخت تھے۔

چنانچہ اسامہ بن زید ؓ نے ماں کی خواہش کی خاطر کھجور کا پھلدار درخت کاٹ ڈالا اور اس سے مغز نکال کر ماں کو دے دیا۔ جب لوگوں نے پھلدار درخت کو اس طرح کٹا دیکھا تو برا محسوس کیا اور اس کی وجہ دریافت کی تو سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے کہا:

لَيْسَ شَيْئٌ مِنَ الدُّنْيَا تَطْلُبُهُ أُمِّي أَقْدِرُ عَلَيْهِ إِلَّا فَعَلْتُهُ. ①

''اس دنیا میں کوئی بھی ایسی چیز جس کی میں طاقت رکھتا ہوں اگر میری ماں فرمائش کرے گی تو میں اسے ضرور دوں گا۔''

ام ایمن کے صاحبزادے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ سات نبوی میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے آنکھ کھولتے ہی اسلام کے گہوارہ میں پرورش پائی تھی، اس لیے زندگی کا کوئی حصہ کفر و شرک کی آلودگیوں سے ملوث نہ ہوا۔ ۷ یا ۸ھ میں، جبکہ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر صرف چودہ، پندرہ سال تھی، نبی کریم ﷺ نے انہیں سریہ حرفہ کی جہادی مہم میں امیر مقرر فرمایا اور اس کے بعد بھی متعدد سرایا میں انہیں امیر مقرر کیا گیا۔ جو آپ رضی اللہ عنہ کی خداداد صلاحیتوں پر نبی ﷺ کی طرف سے بہترین اعتماد کا اظہار تھا۔

رسولِ اکرم ﷺ نے متعدد مواقع پر اسامہ سے اپنی محبت کا اظہار کیا۔ ابو عثمان حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ مجھے ایک ران پر اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دوسری ران پر بٹھا لیتے پھر ہم دونوں کو اپنے سینے سے لگاتے اور فرماتے:

((اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُمَا فَإِنِّي أَرْحَمُهُمَا)) ②

---

① المعجم الكبير للطبراني (١/١٥٩)(٣٧٠) ② صحيح بخاری، الأدب (٦٠٠٣)

"اے اللہ! تو ان دونوں کے ساتھ رحم کا معاملہ فرما، کیونکہ میں ان دونوں سے پیار کرتا ہوں۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا وظیفہ تین ہزار اور اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کا ساڑھے تین ہزار مقرر کیا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اسامہ بن زید! مجھ سے کسی معرکہ میں بھی سبقت نہیں لے گئے، پھر آپ نے ان کو مجھ پر کیوں فضیلت دی ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس لئے کہ اسامہ کا باپ (زید) رسولِ اکرم ﷺ کو تیرے باپ سے بڑھ کر محبوب تھا، اور اسامہ تجھ سے بڑھ کر رسول اکرم ﷺ کو محبوب تھا، اس لئے میں نے حب رسول ﷺ کو اپنی محبت پر ترجیح دی ہے۔ ①

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ حرقہ کی طرف بھیجا، صبح کے وقت ہم نے اس قوم پر حملہ کیا اور ان کو شکست فاش دی۔ میں اور ایک انصاری کفار کے ایک شخص سے پنجہ آزما تھے جب ہم نے اسے گھیر لیا تو اس نے کہا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ انصاری رک گیا لیکن میں نے اسے نیزے کا وار کر کے مار ڈالا۔ جب ہم مدینہ آئے اور نبی ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَا أُسَامَةُ أَقَتَلْتَهُ بَعْدَ مَا قَالَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ))

"اے اسامہ! کیا تو نے لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ کہنے کے بعد مار ڈالا۔؟"

میں نے عرض کی کہ وہ تو اپنے بچاؤ کے واسطے کلمہ پڑھ رہا تھا۔ (سچے دل سے نہیں پڑھ رہا تھا) تو آپ ﷺ بار بار فرماتے رہے (کہ تو نے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی اسے مار ڈالا؟) حتی کہ میں نے یہ خواہش کی:

أَنِّي لَمْ أَكُنْ أَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ ②

"کاش! میں اس دن سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا (بلکہ اس کے بعد لاتا تاکہ میرا یہ گناہ معاف ہو جاتا)"

---

① صحیح بخاری، المغازی(٤٢٦٩)

② صحیح بخاری(٦٨٧٢)

رومن حکومت کی کبریائی کو گوارا نہ تھا کہ وہ اسلام اور اہل اسلام کا حق تسلیم کریں اسی لیے اس کے زیر اثر رہنے والا کوئی شخص بھی اسلام قبول کر لیتا تو اس کے جان کی خیریت نہ رہتی جیسا کہ معان کے رومی گورنر حضرت فروہ بن عمرو جزامی رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آچکا تھا۔ اس کے بے جا غرور کے پیش نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفر گیارہ ہجری میں ایک بڑے لشکر کی تیاری شروع فرمائی اور حضرت اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اس لشکر کا سپہ سالار مقرر فرماتے ہوئے حکم بھی ارشاد فرمایا کہ بلقاء کا علاقہ اور روم کی فلسطینی سرزمین سواروں کے ذریعہ روند آؤ اور اس کا مقصد یہ تھا کہ رومیوں کو خوف زدہ کرتے ہوئے ان کی حدود پر واقع عرب قبائل کا اعتماد بحال کر دیا جائے اور کسی کو بھی یہ تصور کرنے کی گنجائش نہ دی جائے کہ کلیساء کے تشدد پر کوئی باز پرس کرنے والا نہیں۔ اور اسلام قبول کرنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ اپنی موت کو دعوت دی جا رہی ہے۔

اس موقع پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سپہ سالار کی نوعمری پر اعتراض تو کیا گیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تم اس کی سپہ سالاری پر طعنہ زنی کر رہے ہو تو اس سے پہلے ان کے والد زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری پر بھی طعنہ زنی کر چکے ہو۔ حالانکہ اللہ کی قسم وہ سپہ سالاری کے اہل تھے اور میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے تھے اور یہ بھی ان کے بعد میرے نزدیک محبوب ترین لوگوں میں سے ہیں۔ ①

بالآخر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو گئے اور لشکر روانہ ہو کر مدینہ منورہ سے تین میل دور مقام جرف میں خیمہ زن بھی ہو گیا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے متعلق پریشان کن خبروں کی وجہ سے آگے نہ بڑھ سکا بلکہ اللہ کے فیصلے کے انتظار میں وہیں ٹھہرنے پر مجبور ہو گیا اور اللہ کا فیصلہ یہ تھا کہ یہ لشکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کی پہلی مہم قرار پائے۔

---

① بخاری، المغازی (٤٤٦٩) وعیون الأثر (٢/٣٥٠) والمغازی للواقدی (٣/١١١٩)

سیدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا

والدہ محمد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

ام حرام بنت ملحان بن خالد، ام حرام کنیت تھی، قبیلہ خزرج کے خاندان بنونجار سے تھیں۔ والدہ کا نام ملیکہ تھا۔ جو مالک بن عدی کی دختر تھیں، اس بنا پر ام حرام حضرت ام سلیم کی بہن اور حضرت انس کی خالہ ہیں۔ آپ سے بھی ان کا یہی رشتہ تھا۔ عمرو بن قیس انصاری سے نکاح ہوا۔ لیکن جب انہوں نے احد میں شہادت پائی تو حضرت عبادۃ بن صامت کے عقد نکاح میں آئی۔ جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا اپنے خاوند سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سمندر پہ سوار ہوئیں، واپسی پر ان کیلئے خچر مہیا کی گئی تا کہ وہ اس پر سوار ہو جائیں، خچر نے انہیں زمین پر گرادیا جس سے ان کی گردن کا منکا ٹوٹا اور وہ فوت ہوگئیں اور انہیں جزیرۃ قبرص میں دفن کر دیا گیا۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کی قبر قبرص میں ہے اور وہ نیک بی بی کی قبر کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: مجھے پتا چلا ہے کہ انگریز اس قبر کی زیارت کیلئے آتے ہیں۔ ①

سیدہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا کی دوسری شادی ایک ایسے شخص سے ہوئی کہ جس کے بارے میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ وہ ایک ہزار آدمی کے برابر ہے، اور وہ تھے سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ۔

جب مسلمانوں نے مصر فتح کرنے کا ارادہ کیا تو سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں لشکر جرار نے مصر کی طرف پیش قدمی کی۔ لیکن جب عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ لشکر کے ہمراہ سرزمین مصر پہنچے تو انہوں نے مصریوں اور رومیوں کی بہت بڑی تعداد دیکھ کر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کی۔

---

① سیر اعلام النبلاء (۲/۳۱۷)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی رائے کو قبول کیا اور چار ہزار افراد مدد کیلئے روانہ کر دیے اور انھیں ایک خط لکھا جس میں یہ تحریر تھا:

> ”میں نے چار ہزار افراد آپ کی مدد کیلئے روانہ کیے ہیں اور ہر ہزار پر ایک ایسا شخص سالار مقرر کیا ہے کہ جو اکیلا ایک ہزار افراد کے برابر ہے۔ ان چار میں سے ایک سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ تھے۔“①

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، گھر پر میں، میری امی اور میری خالہ جان سیدہ ام احرام رضی اللہ عنہا تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا: ”اٹھو! میں تمھیں نماز (سکھانے کے لیے) پڑھاؤں، تو آپ نے ہمیں نماز پڑھائی اور وہ کسی فرض نماز کا وقت نہ تھا۔“②

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان سے ان کی خالہ ام حرام بنت ملحان رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ:

> نَامَ النَّبِيُّ ﷺ يَوْمًا قَرِيبًا مِنِّي، ثُمَّ اسْتَيْقَظَ يَتَبَسَّمُ، فَقُلْتُ مَا أَضْحَكَكَ قَالَ أُنَاسٌ مِنْ أُمَّتِي عُرِضُوْا عَلَيَّ يَرْكَبُونَ هَذَا الْبَحْرَ الْأَخْضَرَ، كَالْمُلُوكِ عَلَى الْأَسِرَّةِ قَالَتْ فَادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ۔ فَدَعَا لَهَا، ثُمَّ نَامَ الثَّانِيَةَ، فَفَعَلَ مِثْلَهَا، فَقَالَتْ مِثْلَ قَوْلِهَا، فَأَجَابَهَا مِثْلَهَا۔ فَقَالَتِ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَجْعَلَنِي مِنْهُمْ فَقَالَ أَنْتِ مِنَ الْأَوَّلِيْنَ فَخَرَجَتْ مَعَ زَوْجِهَا عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ غَازِيًا أَوَّلَ مَا رَكِبَ الْمُسْلِمُوْنَ الْبَحْرَ مَعَ مُعَاوِيَةَ، فَلَمَّا انْصَرَفُوْا مِنْ غَزْوِهِمْ قَافِلِيْنَ فَنَزَلُوْا الشَّامَ، فَقُرِّبَتْ إِلَيْهَا دَابَّةٌ لِتَرْكَبَهَا فَصَرَعَتْهَا فَمَاتَتْ.

---

① أصحاب الرسول از ابو عمار محمود المصری (۲/۱۲۵)

② مسلم، المساجد، باب المساجد (٦٦٠)

’’ایک دن نبی کریم ﷺ میرے قریب ہی سو گئے۔ پھر جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو مسکرا رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ فرمایا میری امت کے کچھ لوگ میرے سامنے پیش کئے گئے جو غزوہ کرنے کے لئے اس بہتے دریا پر سوار ہو کر جا رہے تھے جیسے بادشاہ تخت پر چڑھتے ہیں۔ میں نے عرض کیا پھر آپ ﷺ میرے لئے بھی دعا کر دیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنا دے۔ آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ پھر دوبارہ آپ سو گئے اور پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی کیا (بیدار ہوتے ہوئے مسکرائے) ام حرام رضی اللہ عنہا نے پہلے ہی کی طرح اس مرتبہ بھی عرض کی اور آپ ﷺ نے وہی جواب دیا۔ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا آپ دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی انہیں میں سے بنا دے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم سب سے پہلے لشکر کے ساتھ ہو گی چنانچہ وہ اپنے شوہر عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمانوں کے سب سے پہلے بحری بیڑے میں شریک ہوئیں معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں غزوہ سے لوٹتے وقت جب شام کے ساحل پر لشکر اترا تو ام حرام رضی اللہ عنہا کے قریب ایک سواری لائی گئی تاکہ اس پر سوار ہو جائیں لیکن جانور نے انہیں گرا دیا اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا‘‘ ①

اس خواب کی تعبیر ۲۸ھ میں پوری ہوئی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شام کے حاکم تھے‘ انہوں نے متعدد بار جزائر پر حملہ کرنے کی خواہش ظاہر کی‘ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت نہیں دی‘ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں انہوں نے اپنا ارادہ ظاہر کیا تو اجازت ملی‘ انہوں نے جزیرہ قبرص (سائپرس) پر حملہ کرنے کے لیے ایک بیڑا تیار کیا‘ اس حملہ میں بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم شریک تھے۔

حضرت ابوذر، حضرت ابودرداء، حضرت عبادہ بن صامت‘ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہم بھی ان ہی

---

① صحیح بخاری ،الجهاد والسیر، باب فضل من یصرع فی سبیل اللّٰہ فمات فهو منهم(۲۷۹۹)(۲۸۰۰)

میں داخل تھیں، بیڑا حمص کے ساحل سے روانہ ہوا اور قبرص فتح ہو گیا۔ واپسی میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سواری پر چڑھ رہی تھیں کہ نیچے گریں اور شہید ہو گئیں، لوگوں نے وہیں ان کو دفن کر دیا۔ ①

---

① صحیح بخاری ،الجهاد ،باب الدعاء با لجهاد والشهادة للرجال والنساء(٢٧٨٨)ومسلم(١٩١٢)وترمذی(١٦٤٥)و اسد الغابه(٥ / ٥٧٥)

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا

والدہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا مکہ میں اسلام لائیں۔ ان کی کنیت ام عبداللہ تھی، پہلے یہ سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں ان کے ساتھ ہجرت حبشہ کی۔ پھر ے ہجری کو مدینہ آئیں۔

سیدنا جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور اسکی بیوی سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے حبشہ میں دس سال کا عرصہ نہایت امن و آشتی اور اطمینان سے گزارا۔ وہ پورے اطمینان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے رہے، انہیں اس دوران کسی قسم کی تکلیف یا دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ دن رات جو انہیں قریشی کفار کی جانب سے طرح طرح کی تکالیف دی جاتی تھیں ان سے بالکل محفوظ رہے۔ پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنے کیلئے کشاں کشاں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے یہ حبیب کبریا سیدنا محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا دل میں شوق لیے مدینہ منورہ اس وقت پہنچے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر فتح کر کے مدینہ منورہ پہنچے تھے۔ ①

جنگ موتہ ۸ ہجری میں جب جعفر طیار شہید ہو گئے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شادی کر لی ان کے بطن سے محمد بن ابوبکر پیدا ہوئے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شادی کی یہاں آپ کے بطن سے یحییٰ پیدا ہوئے۔ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے شاگرد ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد میں بھی زندہ رہیں۔ ②

حبیب کبریا سیدنا محمدِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں خبر سنی تو سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کی طرف گئے تا کہ اسے اس کے شہید ہونے کی خبر دے دیں۔

ہائے یہ منظر کس قدر عجیب و غریب ہوگا کہ جس میں دل خون کے آنسو روتے ہوں گے۔

---

① أصحاب الرسول(٥٥٩/١) ② سیر اعلام النبلاء (٢/٢٨٢)

سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب جعفر رضی اللہ عنہ اور اس کے ساتھی شہید ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف لائے، میں آٹا گوندھ چکی تھی اور اپنے بیٹوں کو نہلا کر انھیں تیل لگا کر صاف ستھرے کپڑے پہنا رہی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا:

> ''جعفر رضی اللہ عنہ کے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ، میں انھیں آپ کے پاس لے آئی آپ نے انھیں بوسہ دیا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔''

> (آپ سر پر ہاتھ پھیر رہے تھے اور زبان حال سے کہہ رہے تھے بیٹا آج کے بعد اپنے آپ کو یتیم نہ سمجھنا میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج کے بعد تمہیں باپ کی کمی محسوس نہیں ہونے دوں گا)

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتیں ہیں میں نے کہا:

> ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اللہ خیر کرے، آپ رو کیوں رہے ہیں؟ کیا آپ کو جعفر اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں کوئی غمناک اطلاع پہنچی ہے؟''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''ہاں! آج وہ شہید ہو گئے ہیں۔ وہ کہتی ہیں کہ میں یہ سن کر اٹھی اور میری چیخ نکل گئی جسے سن کر عورتیں میرے پاس جمع ہو گئیں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر روانہ ہو گئے، آپ نے ارشاد فرمایا:

> ''آل جعفر کو نظر انداز نہ کرو، ان کیلئے کھانا تیار کرو، وہ اپنے ساتھی کی شہادت کے معاملے کی وجہ سے مشغول ہیں۔''①

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسماء رضی اللہ عنہا کی اولاد سے بڑا پیار کیا کرتے تھے، حضرت عبداللہ، جعفر طیار شہید رضی اللہ عنہ کا بیٹا وہ کہتے ہیں میں چھوٹا بچہ تھا ایک دفعہ میں اور مجھے صحیح یاد نہیں میرے ساتھ حسن رضی اللہ عنہ تھے یا حسین رضی اللہ عنہ۔ ہم مدینہ سے باہر نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی سفر سے واپسی آرہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اٹھایا اور ایک کو آگے اور دوسرے کو سواری کے پیچھے بیٹھا لیا۔②

---

① ابو داؤد، (٤١٩٢) وابن ماجة (١٦١١) حسن ② صحیح مسلم (٢٤٢٨)

سیدہ خنساء رضی اللہ عنہا

والدہ شہداء قادسیہ

ان کا نام تماضر بنت عمرو تھا اور لقب خنساء تھا، قبیلہ قیس کے خاندان سلیم سے تھیں، نجد کی رہنے والی تھیں، پہلا نکاح قبیلہ سلیم کے ایک شخص رواحہ بن عبدالعزیز سے ہوا، اس کے انتقال کے بعد مرداس بن ابو عامر کے عقد نکاح میں آئیں۔

جب ان کو آپ ﷺ کی خبر ہوئی، تو اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ مدینہ آئیں اور مشرف باسلام ہوئیں آپ دیر تک ان کے اشعار سنتے اور تعجب کرتے رہے، یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جب قادسیہ (عراق) میں جنگ ہوئی تو حضرت خنساء رضی اللہ عنہا اپنے چار بیٹوں کو لے کر میدان میں آئیں اور ان کو مخاطب کر کے یہ نصیحت کی، پیارے بیٹو! تم نے اسلام اور ہجرت اپنی مرضی سے اختیار کی ہے ورنہ تم اپنے ملک کو بھاری نہ تھے اور نہ تمہارے یہاں قحط پڑا تھا، باوجود اس کے تم اپنی بوڑھی ماں کو یہاں لائے اور فارس کے آگے ڈال دیا، خدا کی قسم! تم ایک ماں اور باپ کی اولاد ہو میں نے نہ تمہارے باپ سے خیانت کی اور نہ تمہارے ماموں کو رسوا کیا، تم جانتے ہو کہ دنیا فانی ہے اور کفار سے جہاد کرنے میں بڑا ثواب ہے خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ﴾ ①

''اس بنا پر صبح اٹھ کر لڑنے کی تیاری کرو اور آخر وقت تک لڑو''

چنانچہ بیٹوں نے ایک ساتھ باگیں اٹھائیں، اور نہایت جوش میں رجز پڑھتے

---

① آل عمران (۲۰۰)

ہوئے بڑھے اور شہید ہوئے' حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی تو خدا کا شکر ادا کیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے لڑکوں کو ۲۰۰ درہم سالانہ وظیفہ عطا کرتے تھے۔ ان کی شہادت کے بعد یہ رقم حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کو ملتی رہی۔ ①

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا چار لڑکے تھے جو قادسیہ میں شہید ہوئے' ان کے نام یہ ہیں' عبداللہ' ابوشجرہ (پہلے شوہر سے تھے) زید' معاویہ (دوسرے شوہر سے)

اقسام سخن میں' سے مرثیہ میں حضرت خنساء رضی اللہ عنہا اپنا جواب نہیں رکھتی تھی صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں۔

> "یعنی ناقدین سخن کا فیصلہ ہے کہ خنساءؓ کے برابر کوئی عورت شاعر پیدا نہیں ہوئی۔" ②

بازار عکاظ میں جو شعرائے عرب کا سب سے بڑا مرکز تھا حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان کے خیمے کے دروازہ پر ایک علم نصب ہوتا تھا جس پر یہ الفاظ لکھے تھے ارثی العرب یعنی عرب میں سب سے بڑی مرثیہ گو' نابغہ جو اپنے زمانہ کا سب سے بڑا شاعر تھا اس کو حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے اپنا کلام سنایا تو بولا کہ اگر میں ابوبصیر (اعشیٰ) کا کلام نہ سن لیتا تو تجھ کو تمام عالم میں سب سے بڑا شاعر تسلیم کرتا۔ ③

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا ابتدائی ایک دو شعر کہتی تھیں۔ لیکن صخر کے مرنے سے ان کو جو صدمہ پہنچا اس نے ان کی طبیعت میں ایک ہیجان پیدا کر دیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے کثرت سے مرثیے لکھے ہیں۔ حضرت خنساء کا دیوان بہت ضخیم ہے' ۱۸۸۸ء میں بیروت میں مع شرح کے چھاپا گیا ہے اس میں حضرت خنساءؓ کے ساتھ ۶۰ عورتوں کے اور بھی مرثیے شامل ہیں۔ ۱۸۸۹ء میں اس کا فرنچ زبان میں ترجمہ ہوا اور دوبارہ طبع کیا گیا۔ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے ۲۴ھ وفات پائی۔

---

① طبقات الشعراء لا بن قتيبة ص ۱۹۷۔ واسد الغابه (٥ / ٤٤١)

② اسد الغابه (٥ / ٤٤٢) ③ طبقات الشعراء (ص ۱۹۸)

مکتبہ اسلامیہ جو دے علم دوستی کا پیغام

مسند الشہاب

للامام ابی عبد اللہ بن سلامہ بن جعفر شہاب الدین القضاعی

ترجمہ تحقیق و فوائد فضیلۃ الشیخ محمد ارشد کمال نظر ثانی ابو محمد حافظ عبد الستار الحماد

- احادیث کا سلیس اور عام فہم ترجمہ
- ہر حدیث پر صحت و ضعف کے اعتبار سے حکم
- تشریح کے عنوان سے علمی فوائد
- حجیت حدیث پر جامع و نافع مقدمہ
- عوام و خواص کی سہولت کے پیش نظر فقہی ترتیب کے مطابق عمدہ فہرست

حدیث کی اس معروف کتاب کا پہلی بار ترجمہ

مدارس و جامعات کے اساتذہ اور طلبات کیلئے
منفرد اسلوب میں پہلی کاوش

تفہیم اصول الشاشی

فضیلۃ الشیخ ابو نعمان بشیر احمد

تصحیح شدہ جدید ایڈیشن

شرح حدیث جبریل

تالیف الشیخ عبد المحسن العباد

ترجمہ و تحقیق
حافظ زبیر علی زئی رحمہ اللہ

مراجعت
حافظ ندیم ظہیر

کیا ہم اللہ کا ادب کرتے ہیں ....؟
آداب الٰہی اور انکے تقاضوں پر مشتمل شاندار خطبات کا مجموعہ

معراج الخطیب

فضیلۃ الشیخ عبد المنان راسخ

علمی و اصلاحی مضامین کا حسین گلدستہ

میزان الخطیب

فضیلۃ الشیخ عبد المنان راسخ

ملنے کا پتا

مکتبہ اسلامیہ

لاہور ہادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

Ph 0300-8661763 , 0321-8661763
www.facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiapk@gmail.com
www.maktabaislamiapk.com
www.maktabaislamiapk.blogspot.com

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مکتبہ اسلامیہ

لاہور ہادیہ حلیمہ سینٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
042-37244973 - 37232369

فیصل آباد بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ فیصل آباد
041-2631204 - 2641204

www.maktabaislamiapk.blogspot.com
Facebook.com/maktabaislamia1
maktabaislamiapk@gmail.com

2514800123